کلمات الشعرا

مصنفۂ

محمد افضل سرخوش

مرتبہ

محمد حسین محوی لکھنوی

جونیر لکچرار اردو

مدراس یونیورسٹی،

سنہ ۱۹۵۱ عیسوی

فهرست کتاب

نمبر شمار — نام و تخلص — صفحه

(ب)

(ت)

(ث)

(ج)

(ش)

(ص)

نمبر شمار   نام و تخلص   صفحه

مقدمه

کلمات الشعرا فارسی کے ان شعرا کا تذکرہ ہے جو عہد جہانگیری سے لیکر عہد عالمگیری تک گذرے ہیں ، ان میں سے اکثر شعرا وہ ہیں جو ہندوستان میں پیدا ہوے یا یہیں رہتے تھے ، بعض ایسے شعرا بہی ہیں جو خاک ایران میں تھے ، ہندوستان میں نہیں آئے ، لیکن ان کا نام اور کلام یہاں تک ان تعلقات کی وجہ سے پہنچ گیا جو اس وقت ہندوستان اور ایران میں قایم اور جاری تھے ،

مصنف اس کے مصنف محمد افضل ہیں جن کا تخلص سرخوش تہا اور جو اپنے وقت کے مشاهیر شعرا میں تھے ، اور اپنے اکثر هم عصر شعرا سے مراسم دوستانہ رکہتے تہے ، اسی سبب سے اس تذکرے میں ایسے شاعروں کا نام اور کلام زیادہ ملتاهے جن سے مصنف کے دوستانہ تعلقات تھے ، یا ملاقات هوی تھی ، یہ تذکرہ بجاے خود نہایت دلچسپ اور اهم تاریخی حالات کا حامل هے مگر بد قسمتی سے اب تک اسے شرف طباعت حاصل نہ هوا تھا ، آج منظر عام پر آتا هے ،

سبب تالیف سرخوش اپنے اس تذکرے کی تالیف کا سبب حمد و نعت کے بعد خود ہی یوں لکھتے ہیں :—

" پوشیدہ نماند کہ عزیزانیکہ پیشتر بتالیف و ترتیب تذکرۂ شعرا پرداختہ اند ، ابتدا از احوال و اشعار حکیم رودکی کردہ تاسخنوران عہد خویش رسانیدہ اند ، اکثر تواریخ و تذکرہ تازمان اکبر بادشاہ * ختمی گردیدہ ، در هر تاریخے احوال ایشاں مسطور است نوشتہ و در ہر تذکرہ ذکر اینها مرقوم ، بخاطرفاطر گذشت کہ ازروے یک دیگر سواد برداشتن و نقل نویسی کردن لطفے ندارد :—

مکرر گر چہ سحر آمیز باشد
طبیعت را ملال انگیز باشد

---

* وفات اکبر بادشاہ سنہ ۱۶۰۵ ع

مناسب چناں می نماید کہ دریں عصر رواج سخنان رنگین خیالان و معنی یابان بسیار است و اشعار جواہر عیار ایشاں بیاضی و برروے کار ' اگر بہ ترتیب احوال و تدوین اقوال ایشاں سعی نمودہ آید پر بجا است ' لہذا شمہ از احوال و اقوال سخن سنجان عصر نورالدین جہانگیر بادشاہ تا نازک خیالان عہد عالمگیر شاہ کہ پایۂ معنی یابی را بہ معراج کمال رساندہ اند ' فقیر سرخوش فیض صحبت بعضے دریافتہ و با بعضے نسبت ہم عصری داشتہ ' کم و بیش موافق حروف تہجی بقید قلم و ضبط رقم در آوردہ بہ کلمات الشعرا (۱۰۹۳ھ) موسوم گردانید و تاریخش نیز از نام بر آوردہ ' ہرکہ از نعمت الوان این خوان احسان فائدہ بر دارد ' امید کہ ایں ریزہ چیں زلہ کرم را بفاتحہ خیر یاد آرد :—

داخل اہل سخن نیست بہ پیش دانا
آں کہ نامش نبود در کلمات الشعرا ''

اس سبب تالیف کے بیان کے بعد میر الہی ہمدانی کے نام سے تذکرہ کا سلسلہ شروع ہوتا ہے ' اور اس کا نام سب سے پہلے لانے کی وجہ یہ بتاتے ہیں '' چوں بہ نام الہی تخلص کردہ تعظیما ابتدا ازوے نمودہ شد ''

حالات مصنف سرخوش کے حالات اس کتاب کے اندر کافی ملتے ہیں مگر وہ حالات نہیں جو ان کے زمانہ طفولیت اور تعلیم و تربیت سے تعلق رکھتے ہیں ' اول تو انہوں نے خود اپنے مختصر حالات حرف س میں لکھے ہیں ' اس کے علاوہ دیگر معاصرین کے ذکر میں بھی بہت سے حالات ملتے ہیں اور جابجا اپنا کلام بھی دیا ہے ' اپنے معاصر شعرا اور امرا کے بہت سے ایسے قصے بھی لکھے ہیں ' جو بہت دلچسپ اور دل پذیر ہیں ' اور غالبا تاریخ و تذکرہ کی کتابوں میں نہ ملینگے ۔

جیسا کہ تمام قدیم تذکرہ نویسوں کا قاعدہ ہے شعرا کے حالات کی تفصیل میں بہت اختصار سے کام لیا ہے ، خود اپنے حالات بھی چند سطروں میں لکھے ہیں ، چنانچہ لکھتے ہیں ،

" خادم درویشان بلکہ خاکپاے ایشان محمد افضل سرخوش شاہ عالمگیر کے خانہ زادوں میں سے ہے ، عالم جوانی میں دولت دنیا اور تلاش منصب و جاہ کیلئے بہت سرگردانی اٹھائی ، آخر اللہ تعالی نے نیک توفیق دی ، اب شاہ جہان آباد (دلی) میں گوشہ عزلت اختیار کرکے بیٹھا ہے ، فقرا اور اہل عرفان کی خدمت کو سعادت کا سرمایہ جان لیا ہے ،

نیست در عالم بہشتے خوشتر از خلوت مرا
دوزخی نبود بتراز گرمی صحبت مرا

دولت بیدار عرفان داد حق نعم البدل
کرد گر گردون دوں محروم از دولت مرا

پھر فرماتے ہیں ،

" خدا کی عنایت سے اس زمانے میں جو عزیزان کامل تھے ، ان میں سے اکثر کو پایا ہے اور ان تمام خوش خیالان زمانہ سے جو اس زمانے میں کوس کمالات بجاتے رہے ہیں صحبت اور ملاقات حاصل ہوی ہے اور استفادہ کیا ہے پھر بھی اپنے اوپر کسی کمال کا بھروسہ نہیں رکھتا ہے ، البتہ کبھی کبھی خاطر فاتر میں یہ بات گذرتی ہے کہ میں صاحب کمالوں سے ملتا رہا ہوں ، ضرور ہے محروم و بے بہرہ نہ رہا ہونگا ، جمال ہمنشیناں نے ضرور اپنا اثر کیا ہوگا ، جیسا کہ صائب فرماتے ہیں ۔

اگر چہ نیک نیم خاک پاے نیکانم
عجب کہ تشنہ بماند سفال ریحانم

بزرگوں کا مقولہ ہے کہ شاعر اور عارف کی پہچان جو اصول موسیقی سے بھی با خبر ہو ، مشکل ہے ، جسے تم دیکھو اور ملو ، پہلے تحقیق کرلینا چاھئے کہ یہ دوست کس قسم کے ارباب علم اور اہل کمال سے میل جول رکھتا ہے ، بس اس کے دوستوں پر ہی اسے بھی قیاس کرلیا جائے ، چنانچہ حضرت مولوی روم فرماتے ہیں

گر تو نشناسی کسے را از ظلام
بنگر او را گوش سازیدہ امام

اس کے بعد وہ اس معذرت کے ساتھ اپنا کلام پیش کرتے ہیں "اب اپنے طبع زاد چند اشعار بھی لکھتا ہوں کہ احباب اور یاروں کی فہرست میں آجاؤں"

اس کے بعد تقریبا بارہ صفحوں میں اپنا کلام دیا ہے ؛

ان چند سطروں میں نہ تاریخ ولادت ہے ؛ نہ باپ اور خاندان کا کچھ ذکر نہ تعلیم اور تحصیل کے حالات ہیں ؛ لیکن دوسرے احباب کے ذکر میں جو کچھ وہ اپنا ذکر کر گئے ہیں اس سے کچھ پتہ چلتا ہے ؛

ولادت سرخوش کی ولادت کا پتہ ان کے کسی صریح بیان سے نہیں چلتا ؛ البتہ اس طرح معلوم ہوتا ہے کہ ان کے ایک عزیز اور فاضل دوست میر معز موسوی تھے ؛ ایک روز انہوں نے فرمایا کہ بزرگوں نے میری تاریخ ولادت اس مادہ سے نکالی ہے - افضل اہل زمانہ (سنہ ۱۰۵۰ ھ) تو سرخوش نے کہا میں بھی اسی سال پیدا ہوا ہوں ؛ اور میرا نام افضل بھی ہے ؛ لہذا یہ تاریخ مجھے عنایت ہو ؛ اپنے لیے اور فکر کرلیجئے ؛ میر صاحب نے ہنسکر فرمایا "مبارک ہو آپ لے لیجئے" اس مادہ کے اعداد نکالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ سرخوش سنہ ۱۰۵۰ ھ میں پیدا ہوے تھے ؛ اور یہ اتفاق ہے کہ ان کے سب سے زیادہ عزیز اور گہرے دوست ان کے ہم عمر و ہم سال بھی تھے ؛

خسر والدین کا کچھ حال نہیں لکھا ؛ صرف اپنے سسر محمد ہاشم کا ذکر کیا ہے ؛ کیونکہ وہ بھی شاعر تھے ؛ عالم اور ہفت قلم خوشنویس تھے ؛

بچپن سے شاعری کا ذوق سرخوش کو بچپن ہی سے شاعری کا ذوق تھا چنانچہ انہوں نے گیارہ سال کی عمر میں یہ مطلع کہا تھا

بر چشم او خطے نہ ز ابرو کشیدہ اند
مدے بود کہ برسر آهو کشیدہ اند

لیکن اتفاق کہ جب انہوں نے احباب کو سنایا تو انہوں نے بتایا کہ پورا مصرعہ دیوان فیضی کا ھے اور یہ واقعہ خود انہوں نے لکھا ھے تا کہ سرقہ کا خیال نہ ھو ' (دیکھو ذکر حشمتی)

ایک رات سرخوش خواب میں کیا دیکھتے ھیں کہ ایک مرد بزرگ صاحب عصا کھڑے ھوے ھین اور مرزا خلیل ان کی خدمت میں سرخوش کو پیش کرتے اور کہتے ھیں کہ '' یہ حضرت مرتضی علی ھیں '' میں دوڑکر ان کے قدم مبارک پر اپنا سر رکھ دیتا ھون ' وہ میری پیٹھ پر ھاتھ پھیر کر میرا سر اٹھاتے اور فرماتے ھین ' سرخوش تیرے زمانے میں تجھ ایسا شاعر کوئی نہ ھوگا '

اس خواب کے بیان کرنے کے بعد وہ کہتے ھین کہ مدتوں میں اس تردد میں تھا کہ حضرت شاہ ولایت کا تو یہ ارشاد ایسا ھے حالانکہ مجھ جیسے میرے زمانہ میں اکثر محترم شاعر ھین ' ایک روز مرزا محمد ککھر نے جو صاحب کمال اور اهل اللہ تھے ' فرمایا کہ آپ شاعر بھی ھین اور عارف بھی ' دو صفات کمال کے مالک ھیں :—

قرنہا باید کہ تا یک کود کے از راہ عقل
عارف کامل شود یا شاعر شیریں سخن

میرزا بیدل نے کہا کہ شاعری کے معنے ھیں تازہ یابی ' پھر آپ جیسا صاحب تلاش مضمون یاب آپ کے عہد میں کہاں ھے '

اساتذۂ سخن جن اساتذہ سے درسی کتب کی تعلیم حاصل کی ان کا پتہ تو نہیں چلتا مگر معلوم ھوتا ھے کہ فن شعر میں ان کے استاد میرزا محمد علی ماھر تھے ' یہ ملا حاکی * کے شاگرد تھے ' آقا صادق † کو بھی اپنا کلام دکھایا تھا ' ماھر کے متعلق لکھتے ھین

---

* ذکر عبدالرحیم جیشی

† ذکر صادق

" زمانہ جوانی میں فقیر (سرخوش) مدت تک اپنے اشعار ان کی خدمت میں پیش کرتا اور اصلاح لیتا رہا ہے "

ان کے حالات میں لکھتے ہیں :

" آراستہ باطن و ظاہر میر محمد علی ماہر استاد پختہ کار اور انسان کامل عیار تھے ، جہانگیری عصر کے شاعروں مثلا قدسی کلیم میر بخشی و غیرہم اور عہد عالمگیری کے نازک خیالوں سے مدتوں ہم صحبت رہے ہیں ' اور بڑے استقلال سے فقر اختیاری کے پابند ہیں دارا شکوہ کی سرکار سے مرید خاں کا خطاب بھی عطا ہوا ، خود ماہر کا بیان ہے

کردہ باارادت انتخابم
بخشید مرید خاں خطابم

دارا شکوہ کی نوکری کے بعد تمام دنیاوی علائق ترک کرکے گوشہ عزلت اختیار کیا اور اسی فقر میں زندگی گزاردی ،

بڑے بڑے امرا اور عہدہ داروں سے ماہر کی ملاقات تھی ، ایک روز سرخوش نے ان سے کہا کہ دانشمند خاں میر بخشی اور تن بخشی آپ کے حال پر بہت مہرباں ہیں ، ان سے کہ کر کوئی معقول منصب کیوں نہیں قبول کرلیتے ، ماہر نے ہنس کر جواب دیا ، ترک دنیا میں مشہور ہوچکا ہوں ، فقر کا دعوی ہے ، پھر دنیا کی رغبت کروں تو اس ہندو عورت کی سی مثال ہوگی کہ اپنے مردہ شوہر کے ساتھ جلنے کو آتی ہے مگر دھکتی آگ کو دیکھ کر بھاگتی ہے ، مہتر لٹھوں سے اس کا سر ٹکڑے ٹکڑے کرکے جلادیتے ہیں ،

غرضکہ جب تک زندہ رہے حمیت و غیرت کے ساتھ رہے اور فکر سخن مشغلہ تھا ، بعض بعض دفعہ پیش مصرعوں کیلئے چھ سات مہینے تک فکر کرتے رہتے تھے ، چنانچہ ذیل کے شعر کے پیش مصرعے کیلئے چھ مہینے فکر کرکے مصرع لگایا ،

انتقام پدر از خصم پسر می‌گیرد
حاسد اہل سخن داغ ز حسن سخن است

دیوان ضخیم ، مثنوی رنگین ، اور ظہوری کی طرح بہت سی رنگین نثر کے رسالے لکھے ، شاہ عالمگیر کی مدح میں گل اورنگ ان کا شاہ کار ہے ، ایک مثنوی تحفۃ العراقین کی زمین میں جامع النشاتین بھی لکھی ہے ، اس کے لیے سرخوش سے ایک مطلع کی فرمایش کی انہوں نے یہ مطلع کہ کردیا ،

اے برسر نامہ گل زنامت
باران بہار رشح جامت

ماہر نے سرخوش کے ساقی نامہ کیلئے یہ مطلع کہ کر عنایت فرمایا

بود نامہ نشہ بخش ادا
کہ برسر کشد جام حمد خدا

ایک مثنوی بیگم صاحب کی مدح میں کہی اور عنایت اللہ خاں آشنا کی والدہ کی معرفت بھجوادی ، بیگم صاحب نے ایک شعر بہت پسند کیا ، مطالعہ کے بعد پانسو روپیہ بطور صلہ مرحمت فرمایا ،

سرخوش کے ان سے بہت زیادہ تعلقات تھے ، اس تذکرہ میں جابجا ان کا ذکر آتا ہے ، ان سے اصلاح کا واقعہ سرخوش یوں لکھتے ہیں ،

" فقیر عالم جوانی میں ایک مدت تک ان کی خدمت میں اپنے اشعار پیش کرتا اور اصلاح لیتا رہا ہے "

ماہر کے مزاج میں انکسار ، سلامت روی اور عاجزی اس حد تک تھی ، کہ ایک روز مرزا قطب الدین مائل کے گھر پر شعر خوانی کی محفل گرم تھی ، حکیم صاحب ، ملا محمد سعید اشرف ، میر غیاث الدین منصور فکرت ہم صحبت تھے ، سرخوش کے کلام سنانے کی نوبت آئی ، یہ مطلع پڑھا جو تازہ کہا تھا :

کے توانم دید زاہد جام صہبا بشکند
می پرد رنگم حبابے گر بدریا بشکند

تمام ارباب سخن نے بیحد تحسین و آفرین کی ، دیر تک داد دیتے رہے حکیم صاحب کا تو یہ حال ہوا کہ آدھی رات تک یہی مطلع ان کی زبان پر تھا ، اور بار بار کہتے تھے ،

" سبحان اللہ در ہند مردے پیدا می شود کہ چنیں شعر بگوید "
دوسرے دن دانشمند خاں کے دولت خانے میں شاہ ماہر سے حکیم صاحب کی ملاقات ہوی تو ان سے کہا کہ کل آپ کے شاگرد سرخوش نے بہت محظوظ کیا ، بارک اللہ آپ نے خوب تربیت فرمائی ہے ، شاہ ماہر بولے ، وہ میرے شاگرد کب ہیں ، ہم وہ دونوں دوست ہیں ، ایک دوسرے کے آگے اپنے اپنے شعر پیش کرتے رہتے ہیں ، شاگردی اور استادی کا قصہ درمیان میں نہیں ہے ، شاید میری بزرگزادگی کی وجہ سے سرخوش نے ایسا کہدیا ہوگا ، ورنہ بھلا مجھ میں ان کے استاد بننے کی لیاقت کہاں "

چند روز بعد سرخوش شاہ ماہر کی خدمت میں حاضر ہوے تو شاہ صاحب نے فرمایا کہ آپ نے حکیم صاحب کے سامنے یہ کیوں کہا کہ میں ماہر کا شاگرد ہوں ، انھوں نے کہا میں حق کو نہیں چھپاتا اور کفران نعمت میرا شیوہ نہیں شاہ صاحب بولے یہ آپ کیلئے اچھا نہیں ہے اور مجھے تو خود فخر ہے کہ خدا نے آپ جیسا شاگرد دیا ، مگر بات یہ ہے کہ بہت سے لوگ مجھ سے بلند فکر اور اونچے خیال کے شاعر ہیں ، جن کی نگاہوں میں نہ میری کوئی قدر ہے اور نہ میرے کلام کی ، تو پھر بھلا ان کی آنکھ میں میرے شاگرد کا کیا مرتبہ ہوگا ، شاعر تو خدا کے شاگرد ہیں اور اللہ کے شاگرد عالم کے استاد ہوتے ہیں ،

ان کے انتقال کی تاریخ سرخوش نے کہہ کر حق شاگردی اداکیا ؛

حیف ز بزم جہاں ماہر معنی طراز
مست بہ گنج وصال از قدح موت شد

سرخوش غمدیدہ خواست سال وفاتش ز دل
گفت خرد آہ آہ ماہر مافوت شد

وفات سرخوش نے سنہ ۱۱۲۷ ھ میں وفات پائی ؛

تصنیفات سرخوش کی مشہور تصنیف یہی تذکرۂ کلمات الشعراء ہے جس کو سنہ ۱۰۹۳ ھ میں تصنیف کیا تھا ؛ لیکن اس کے بعد مصنف نے اس پر نظر ثانی کی تھی ؛ چنانچہ طالع کے حالات میں لکھتے ہیں ؛ " در نسخہ ہاے دیگر چند بیت از زادہاے طبع ایشاں نوشتہ شد دریں نسخہ کہ ناسخ جمیع مسودہا است و اکثر شعر و شعرا دریں کم و کاست شدہ اند "

ان کی دوسری تصنیف ان کا فارسی دیوان ہے جو ردیف وار مرتب کیا گیا تھا اس کا ایک بہترین قلمی نسخہ حکومت مدراس کے سرکاری قلمی کتب خانے میں ہے ؛

تذکرہ اور دیوان سوا سرخوش کی ایک اور تصنیف کا پتہ چلتا ہے جس کا نام روائح تھا ؛ مگر یہ نظر سے نہیں گزری اس کے متعلق لکھتے ہیں

" فقیر نے شیخ عطار کی کتاب منطق الطیر کا خلاصہ ایک رباعی میں باندھا ہے ؛ اس کے علاوہ صوفیہ عالیہ کے بہت سے مطالب اور حکایات غریبہ رباعیوں میں باندھ دیے ہیں وہ سب رسالۂ روائح میں تفصیل سے مرقوم ہیں ؛ جو مولوی جامی کی کتاب لوائح کے تتبع میں لکھا گیا ہے ؛

ان تصانیف کے علاوہ میر ناصر علی سرھندی کا دیوان بھی انہوں نے مرتب اور مدون کیا تھا ؛

(دیکھو ذکر غنی کاشمیری ؛)

تلامذہ اس تذکرے کے مطالعہ سے سرخوش کے چند شاگردوں کا بھی پتہ چلتا ہے ؛

۱ — بیغم بیراگی - لکھتے ہیں

" مردیست آزاد مشرب بمزاج فقیر آشنائی دارد پیش فقیر مشق می‌گذراند "

۲ — محمد یوسف قدیم - میرزا قطب الدین مایل کے چچیرے بھائی تھے اور سرخوش سے اصلاح لیتے تھے ' مگر جب ہی انتقال ہوگیا ' ایک شعران کا دیا ہے '

۳ — سعداللہ گلشن ' اس تذکرہ کی تالیف سے چند سال پیشتر سرخوش کے آگے مشق سخن کرتے تھے '

۴ — عبدالرحیم کم گو کشمیری ، تھوڑے عرصے تک سرخوش سے اصلاح لیتے رہے ، پھر دکن کی طرف چلے گئے ، وہیں انتقال کیا ،

مذہب سرخوش مذہباسنی اور صوفی مشرب تھے ، بیدل کے حالات میں لکھا ہے کہ فقیر مولف نے بائیس رباعیاں نعت و منقبت چار یار اور ائمہ معصومین کی منقبت میں کہی ہیں ، وہ تمام سخنوروں نے پسند کیں اور مقبول ہوئیں ، اسی طرح امام ہمام حسین علیہ السلام کی منقبت میں بارہ رباعیاں کہی ہیں ، آخر عمر میں بہت مذہبی آدمی اور صاحب عرفاں ہوگئے تھے ،

قادر الکلامی سرخوش ایک قادر الکلام شاعر تھے ، اکثر میرزا بیدل سے نوک جھونک ہوتی رہتی تھی ، بیدل کو اپنی ایک رباعی " بمن دادند " پر بہت ناز تھا ' اور وہ اسپر مباہات کرتے تھے ' سرخوش نے اپنی رباعیاں بیدل کی خدمت میں بھیجیں تاکہ وہ بھی سمجھ لیں کہ شعر اس مرتبہ کا ہوتا ہے ' انہوں نے سرخوش کی صرف ایک رباعی کے جواب میں ایک رباعی لکھ کر بھیجی ' سرخوش دونوں کو لکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ " انصاف بدست عزیزان است " آپ بھی لطف اٹھائیے ' بیدل تو مشہور روزگار شاعر ہیں ' بیچارے سرخوش کو وہ شہرت نہ ہوی ' گمنام ہوگئے ہیں ' مگر خوب خوب بیدل سے مقابلے رہے ہیں ' سرخوش کی رباعی ملاحظہ ہو

در فضل و کمال ذات احمد یکتا است
اسلام قوی ز یاری شیر خدا است

عین ایشان نتایج ایشان اند
ہمچوں دو الف کہ یازدہ زاں پیدا است

اب مرزا بیدل کی رباعی دیکھئے ؛

آں چار خلیفہ و رسول معبود
کز ابجد وضع شاں عشر شد موجود

بے نقطۂ شک بذات یکتاے نبی
چوں جمع کنند یازدہ خواہد بود

سرخوش نے پھر اسی مضموں کی ایک اور رباعی چار یار کی منقبت میں کہی اور بیدل کی خدمت میں بھیجی ، بیدل نے اس کا جواب بھی دیا ، غرضکہ اسی قسم کے معرکے رہے ہیں ،

میر ناصر علی سر ہندی کا نام دنیاے شاعری میں کسی تعریف کا محتاج نہیں وہ بھی سرخوش کے بڑے احباب میں تھے ، ایک یاران کے اشارے سے از راہ شوخ طبعی بیدل کے چند اشعار پر پیش مصرعے لگائے اور مطلع بنا دیے ، لکھتے ہیں کہ اگرچہ وہ سنکر ناخوش ہوے اور اس غیرت کی وجہ سے جو تلامذہ رحمانی میں ہوا کرتی ہے ، ناگوار ہوا لیکن یاران منصف نے پسند کیا ، دو ایک ہم بھی لکھتے ہیں بیدل -

بفرصتے نگہے آخر است تحصیلم
برات رنگم و بر گل نوشتہ اند مرا

سرخوش نے کیا خوب مصرعہ لگایا ہے اور کمال یہ کہ مطلع کردیا ہے

زبے ثباتی عشرت سرشتہ اند مرا
برات رنگم و بر گل نوشتہ اند مرا

باقی بیدل کے حالات میں دیکھئے طول مقدمہ کے خوف سے چھوڑتا ہوں ،

بیدل نے ایک حکایت اپنی مثنوی محیط اعظم میں پندرہ شعروں میں پوری کی ، لیکن سرخوش کی قادر الکلامی نے اسے ایک رباعی میں کہہ دیا ،

ناقدری زمانہ سرخوش کے زمانہ میں شاعری حصول دولت کا ذریعہ نہیں رہا تھا ، چنانچہ انہوں نے اس تذکرہ میں جابجا ناقدری زمانہ کا شکوہ کیا ہے ، جہانگیر اور شور جہاں کی فیاضی اور سخن فہمی کے سلسلے میں لکھتے ہیں ،

" سبحان اللہ چہ زمانہ و ہمتہابود اکنوں اگر آسمان را بزمین دوزند فائدہ ندارد "

اسی سلسلے میں اپنے زمانے کے ایک سردار کا ذکر کرتے ہیں ،

" ہمارے ہمت والوں میں سے ایک بخشی الملک ہمت خاں بھی تھے ، فقیر نے مدتوں ان کی خدمت کی ، ساقی نامہ اور چند مثنویاں ان کی مدح میں کہیں ، ایک روز سر مجلس حکم ہوا کہ ایک چوبدار جاکر سرخوش کا گھر دیکھ آئے ، پھر میری جانب متوجہ ہوکر فرمایا ، کہ ایک خلعت اور ایک گھوڑا آپ کے لئے الگ کردیا ہے بھیجتا ہوں ، مگر پھر تغافل اختیار کیا سرخوش نے کچھ دنوں انتظار کیا ، پھر معلوم ہوا کہ اس ترک کے قول پرعمل کیا جس کا قصہ یہ ہے کہ ایک شاعر نے اس کی مدح کہی ، سر مجلس ترک نے خوش ہوکر کہاکل آئیے میں اس کے صلہ میں چند من گیہوں دونگا ، شاعر خوش ہوکر دوسرے روز سویرے بار بردار ، رسی اور تھیلے غلہ لیجانے کیلئے ساتھ لیکر پہنچا ، ترک سو رہا تھا ، اٹھا اور بگڑنے لگا ، شاعر نے کہا آپ کے ارشاد کے مواقق حاضر ہوا ہوں ، اور امیدوار عنایت ہوں ، ترک نے جواب دیا ، عجب بے وقوف آدمی ہو تم نے کل مجھے اپنی باتوں سے خوش کیا ، مینے بھی تمہیں ایسی باتیں کہیں جس سے تم خوش ہوے ، رسی ، تھیلے اور بار بردار گدھے سے کیا تعلق ،

ایسے ہی اور ایک کریماں عصر میں خواجہ بختاور خاں جیو تھے ، انہوں نے دہلی کے قریب سرائے بنوائی ، بختاور نگر نام رکھا ، بہت سے شاعروں نے قطعات تاریخ کہے ، میری تاریخ پسند آئی ، وہی دروازۂ سرائے پر لکھوائی ، ایک روز سرخوش نے بطور خوش طبعی کہدیا کہ جو کچھ اس سرائے پر خرچ ہوا ہے،

اس کی چوتھائی کا تو یقیناً میں بھی حقدار ہوں تو فرمایا کہ سرائے بنوانے کا مقصد یہ ہے کہ نام دنیا میں مدت تک باقی رہے ' روپیہ تو ہم نے خرچ کیا مگر نام میں ہم اور آپ دونوں برابر کے شریک ہیں ' آدھا روپیہ آپ سے لینا چاہئے ' میں نے یہ سنکر سر جھکالیا اور کہا کہ بجا ارشاد ہوا '

مشاقی و بدیہہ گوئی سرخوش کی مشق سخن کامل تھی ' وہ فی البدیہہ اشعار کہنے کی پوری قدرت رکھتے تھے ' اس کی کئی ایک مثالیں اس تذکرہ میں ملتی ہیں ' ان میں دو واقعات ذیل میں نقل کیے جاتے ہیں '

ایک روز شعرا کی محفل میں ذیل کے مطلع کا ذکر درمیان میں آگیا تمام احباب نے پسند کیا '—

بسکہ بنگاشتہ اشکم رخ کاہے از خوں
مژہ ام بستہ بہم چوں پر ماہی از خوں

سرخوش نے کہا پیش مصرع اچھا نہیں پہنچا ' بدیہہ مطلع بنا کر انہوں نے پڑھ دیا :—

بسکہ میریزد سرشک از دیدۂ گریان ما
بستہ از خوں چوں پر ماہی بہم مژگان ما

ایک روز نجابت خاں نے اپنے بھائی اصالت خاں خلیل کو اپنے ایک خط میں یہ شعر لکھ بھیجا :—

دو نعمت است کہ بالا ترین نعمتہا است
شراب خوردن و برپائے یار غلطیدن

شعر بہت پاکیزہ تھا ' خلیل پر بہت اثر ہوا ' فوراً سرخوش کو بلا بھیجا یہ پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ خلیل شراب سے بدمست ہوکر سبزہ پر لوٹ رہے ہیں ' مجھے دیکھتے ہی کہا ' جلد اس شعر کا جواب کہیے کہ برادر عزیز کو لکھدوں ' سرخوش نے ان کی حالت مستی اور سبزہ پر لوٹنے پر نظر کرکے فوراً یہ شعر کہدیا :—

خوش است جام مےناب باتو نوشیدن
چو گل شگفتن و بر روے سبزہ غلطیدن

صاف گوئی و آزاد ضمیری سرخوش صاف کہنے سے کبھی ڈرتے نہیں تھے ' مختلف شعرا کی خامیوں کو اپنے اس تذکرہ میں ظاھر کیا ھے ' چنانچہ حکیم کاظم المتخلص بصاحب کی نسبت لکھتے ھیں

" بر طبع استادی خود مغرور بود ' از غایت بر خود غلطی اکثر شعر پوچ وبے معنی میگفت و از مردم چشم تحسین میداشت "

عنایت خاں آشنانے شاہ جہاں کے سی سالہ حالات نظم میں لکھے تھے ' اسپر لکھتے ھیں '

" احوال سی سالہ شاہ جہاں بادشاہ را از ملا حمید وغیرہ فصیح تر نوشتہ ' اما باعتقاد فقیر از خیرالکلام ماقل و دل ایں ھم بہرہ نداشت "

بینش کے متعلق لکھتے ھیں '

" تمام دیوانش را سیر کردم غیر ازیں دو بیت بنظر در نیامد " میرزا بیدل کی بہت تعریف کے بعد کس کنایے سے ان پر چوٹ کرتے ھیں '

" بسیار آرمیدہ و حسن خلق گذاشتہ است "

قاسم خازن ان کے زمانہ میں ایک شاعر تھے ' کہتے ھیں کہ میں نے دو ایک بار انھیں قہوہ خانہ میں دیکھا ھے اپنے اوپر بہت مغرور ھیں ' ھر شخص کے شعر میں ابتذال نکالتے ھیں ان کا دعوی یہ تھا کہ دنیا میں کوئی ایسا مضمون نہیں رھا جو نہ باندہ دیا گیا ھو ' سرخوش نے اپنے چند شعر سناکر کہا کہ اچھا اس میں ابتذال نکالو ' خازن عاجز رہ گئے اور بہت تحسین کی '

ایک دن عزت نے انھیں سنایا کہ آج شاہ عالمگیر نے مجھ سے پوچھا کہ اس شعر کے سوا شادماں کا کوئی اوز عمدہ شعر بھی ھے '

شاخ شکستہ گل ندہد لیک زلف یار
ہرجا شکست خورد گل آفتاب داد

بندہ نے عرض کی کہ ان کا ایک شعر اس سے بڑی عمدہ اور بر جستہ ہے '

جز من کسے دگر ز سلاطین روزگار
سدے بروے بحر ز گوہر نہ بستہ است

سرخوش نے کہا ہمارا بادشاہ شعر فہم نہیں ہے ' اگر جہانگیر بادشاہ ہوتا تو دیکھتے کہ کہاں نوبت پہنچتی ' فذریعہ بے مزہ شعر اور وہ بھی اس عالمگیر شعر کے مقابل میں آپ نے عالم گیر بادشاہ کے حضور میں پڑھ دیا شیخ عزت نے کچھ سوچکر کہا ' سرخوش سچ کہتے ہو ' بڑی غلطی ہوی '

تاریخ گوئی تاریخ کے کہنے میں بھی بڑا ملکہ تھا ' تذکرے میں جابجا کثرت سے ان کے قطعات تاریخ ہیں جو ان کی مہارت اور ان کے کمال پر دال ہیں '

سرخوش نے دو حویلیاں بنائی تھیں ' ایک رباعی میں ان کی تاریخ کہی

از لطف عمیم ایزد عز و جل
چوں گشت عمارتم ہمہ مستکمل

شد سال بنائے خانۂ سابق و حال
این مسکن افضل آں مقام افضل

ان کے علاوہ ایک مسجد بھی بنائی تھی ' اس کی تاریخ بھی کہی ہے

چوں بست ز فضل ایزد عز و جل
آراستہ ایں مسجد پر زیب و حلل

اندیشہ ز طبع سال اتمامش خواست
دل گفت کہ مسجد محمد افضل

دور عالمگیری میں یہ مشرف عدالت کے معزز عہدے پر سرفراز ہوے تو " اشراف عدالت " تاریخ نکالی '

سرخوش کے ایک برادرزادہ اسداللہ نامی تھے ان کی ولادت کی تاریخ " شیر خدا " نکالی ہے '

اس سلسلہ میں ایک دلچسپ واقعہ یہ ہے ' کہ ایک رات انہوں نے خواب میں دیکھا کہ کوئی شخص کہتا ہے کہ شاہ عالمگیر کے خانساماں محمد علی خاں نے انتقال کیا ' آپ بھی ان کی تاریخ وفات کہیں ' انھوں نے جواب دیا ' مجھے کیا غرض جو فضول کام میں پڑوں ' وہ کہتا ہے وہ بہت نیک آدمی تھا ' ضرور کہیے ' جب میں بیدار ہوا اور حساب کیا تو " محمد علی خاں بمرد " بے کم و زیاد تاریخ نکلی '

غیرت وطنی خواجہ عبدالرحیم عابد تخلص ایک بزرگ سرخوش کے ہم عصر تھے ' مشق سخن بہت کرتے رہتے تھے ' ایک بار انہوں نے درویشان ہند کے متعلق یہ شعر کہا '

دانہاے سبحہ را مانند درویشان ہند
گر یکے را سوے خود خوانند کے صد میر سند

عابد کے مریدوں میں سے ایک شخص نے یہ شعر سرخوش تک پہنچایا اسپر لکھتے ہیں کہ

" فقیر چونکہ درویشاں ہند کا خادم ہے ' از راہ غیرت اس مضمون کو اس صورت میں بدل دیا ' اور معقول طور پر باندھ دیا :—

برنگ دانہاے سبحہ درویشان ہندوستاں
اگر صدرا کسے خواند بجزیک یک نمی آید

ایک عجیب غیرت سالک یزدی اور سالک قزوینی شاہ جہاں کے زمانہ میں دو شاعر تھے ' مگر تخلص ایک تھا لکھتے ہیں دونوں کامل واستاد فن ' لیکن غیرت اتنی نہ تھی کہ دونوں الگ الگ تخلص اختیار کریں ' شاید تخلص کا قحط تھا

مذاق و ظرافت سرخوش ایک زندہ دل آدمی تھے ' میرمعز کے ذکر میں لکھتے ہیں '

" ایک بار دو منصب داروں کو دیوان خاص میں خلعت عطا ہوا ' خلعت پہنچکر آداب بجالانے کیلئے حضور میں کھڑے ہوے تو میر صاحب نے فقیر (مجھ) سے فرمایا کہ تحقیق کرکے آئیے کہ ان دونوں کو کیا خدمت عطا ہوی ہے ' میں گیا اور تحقیق کرکے آیا معلوم ہوا کہ ایک "دیوان برآر" ہو' ہے اور دوسرے کو خلعت کدخدائی (دامادی) عطا ہوی ہے ' میں نے میر صاحب سے جاکر کہا کہ "یکے را خدمت در آر شدہ و دیگرے را خدمت برآر" میر صاحب بہت ہنسے اور بہت داددی "

حاضر الذہنی سرخوش کی طبیعت بہت حاضر تھی ' اور مشق بہت کامل ' اس کا ثبوت جابجا اس کتاب سے ملتا ہے ' میرزا صائب کے ایک قصیدہ کا ایک شعر ہے :—

چوں لباس غنچہ تنگی می‌کند بر دوش گل
بر شکوہ این عمارت پرنیان آسماں

میر موسوی نے اعتراض کیا کہ دو مصرعوں میں دو برکا لانا خلاف محاورہ ہے صائب نے مباحثہ کے بعد اعتراف کیا ' مگر سرخوش نے سنتے ہی یوں درست کرکے سنادیا ' —

چوں لباس غنچہ نشگفتہ تنگی می‌کند
بر شکوہ این عمارت پرنیان آسماں

ایک بار میر معز نے کسی کا یہ شعر پڑھا 'ور اس کی تحسین کی

بچہ اندیشہ ام از خاطر ناشاد روی
چہ بخاطر گذرانم کہ تو از یاد روی

سرخوش سے کہا کہ آئیے ہم بھی کچھ کہیں اور بدیہہ یہ مطلع سنایا

آں چناں زی کہ چو از حادثہ برباد روی
حسن معنی نگذارد کہ تو از یاد روی

سرخوش نے بھی اسی وقت یہ مطلع کہا '

خویش را خاک رہے سازی و برباد روی
بہ ازاں است کہ بر تخت رواں شاد روی

میرمعز کے ساتھ سرخوش کے بارھا ایسے معرکے ہوے ہیں ' ایک بار سرخوش نے میر معز کو اپنا شعر سنایا

خانۂ دھر تنگ بسیار است
پشت بام فلک ہوادار است

میر صاحب نے بہت تحسین آفرین کی پھر فرمایا کہ پہلے مصرعہ میں جو لفظ مقدم چاھئے وہ موخر ہوگیا ہے ' بسیار تنگ آتا ہے ' سرخوش نے کہا جناب آپ نے بھی تو ایسا ہی کہا ہے پھر کیا علاج :—

مبادا نامۂ بیتابیم را تہ کنی قاصد
دریں مکتوب نازک کردہ ام بسیار مضموں را

میرمعز یہ سنکر خاموش ہوگئے '

ایک بار ایک شخص نے میر معز سے کہا ' ایک مصرعہ میں نے کہا ہے

فانوس گرد باد شود بر مزار ما

اس کا پہلا مصرعہ کہدیجئے تو میر صاحب نے کہا : سرخوش تازہ گویوں کے اشعار کا منبع ہے ' ان سے پوچھتا ہوں ' اگر کسی اور کا کہا ہوا یہ مصرعہ نہیں ہے تو پیش مصرع بہم پہنچادونگا سرخوش سے ملاقات ہوی تو ذکر کیا انہوں نے کہا صائب کا مطلع ہے '

آوارگی ز عشق بپذیرد دماغ ما
فانوس گرد باد شود بر مزار ما

انصاف مزاجی ایک بار میر معز کا یہ مطلع پایہ تخت دھلی میں بہت مشہور ھوا '

هیچ کس آگہ ز درد اشتیاق ما نشد
نامۂ ما چو زبان لال ھرگز وا نشد

اسی زمین میں سرخوش نے یہ شعر کہا

هیچ دل را زینت دنیا نشاط افزا نشد
عقدۂ کارکس از دندان گوھر وا نشد

سب نے کہا کہ میر کے مطلع سے کم نہیں ' شیخ عزت وغیرہ نے فرمایا کہ میر کے مطلع سے بہتر ھے ' سرخوش بولے کہ میر صاحب کی تشبیہ میری تشبیہ سے زیادہ تازہ اور متعارف ھے ' دانت کو موتی اور موتی کو دانت سے بہت زیادہ تشبیہ دی گئی ھے مگر زبان کو نامۂ پیچیدہ سے تشبیہ دینا تازگی و ندرت ھے ' میر صاحب نے سنکر فرمایا "زھے طبع منصف "

محمد زماں راسخ کے حالات میں لکھتے ھیں کہ فقیر نے ایک مطلع کہا میر معز وغیرہ تمام ارباب سخن نے بہت پسند کیا ' کسی نے بھی اعتراض کی گنجایش نہ پائی وہ مطلع یہ ھے :—

باندک تلخی اندوہ عشرتہا نمی ارزد
بہ تشویش حلال این نعمت دنیا نمی ارزد

میر صاحب نے سنکر فرمایا لفظ تلخی بیجا ھے ' اسی وقت سید راسخ نے اس کی جگہ لفظ کاوش رکھدیا اسپر لکھتے ھیں کہ

" الحق اصلاح خوش کرد جانے ازیں لفظ در قالب شعر دمید "

میر معز موسوی کے شاگرد محمد ابراھیم انصاف نے ایک شعر کہا '

حامل خورشید وحدت رنگ هستیہاے ما است
چون زمین از پیش بردارند روز و شب یکیست

لکھتے ھیں

"این معنی از مولوے رومی است کہ فرمودہ

چوں زمیں بر خیزد از حوت فلک
نے شب ونے سایہ ماند نے دلک

سرخوش نے اس مضمون کو اس سے زیادہ عمدہ باندھا

حامل خورشید وحدت شد غبار هستیم
چوں بساط خاک بر چینند روز و شب یکیست

پھر لکھتے ھیں شب کا لفظ مولوی کے بیت سے انھوں نے اڑایا اور سایہ کو میں نے اس طرح باندھا ھے '

مظہر ظلمت نباشد جز غبار هستیم
میکند روے زمیں آئینہ داری سایہ را

اس پر لکھتے ھیں '

" غرض این معنی مولوی را ما واو برادری بخش کردہ گرفتیم "

سخن فہمی صاحب کے متعلق ایک جگہ لکھتے ھیں " باعتقاد فقیر پیش مصرع مچھو رساندہ کہ اگر دیگرے تناسخ زند نتواند رساند " پھر دو شعر لکھ کر لکھتے ھیں " هم چنیں کارستان درسخن بسیار کردہ ' استاد البشر بود "

سیر چشمی سرخوش کا یہ شعر نعت و منقبت میں مشہور ھوا

محمد یکے با علی ولی است
چو یک کس کہ نامش محمد علی است

مرزا بیدل نے ایک رات فرمایا کہ میں نے یہ شعر حشمتی کے نام سے سنا ھے ' انھوں نے کہا ممکن ھے توارد ھوا ھوگا ' اچھا میں اس کے دعوے سے دست بردار ھوتا ھوں ' چلو ھم دونوں داخل ثواب ھوے

اخلاق مرزا نظام الدین طالع تمام فنوں میں یگانہ اور فاضل روزگار ان کے دوست تھے ' لکھتے ھیں " فقیر را با و اخلاص و اتحاد

بمرتبۂ کمال بود" خربوزوں کی فصل میں بہت عمدہ سردے سرخوش کو بھیجتے تھے' بعد میں کسی بات کے متعلق شکر رنجی پیدا ہوگئی تو ایک رباعی کہہ کر ان کا دل خوش کیا (دیکھو ذکر طالع)

صلہ یابی صیدی کے حالات میں ایک عجیب واقعہ لکھا ہے' کہ ایک روز وہ لب جو یاران صاحب سخن کے ساتھ بیٹھے ہوے مچھلیوں کا تماشا دیکھ رہے تھے' اتنے میں یہ مطلع بر جستہ ان کی زبان سے نکلا :—

ازیں خود کام یاراں رنگ الفت می‌برد مارا
کہ بہر صید ماھی خشک می‌خواھند دریا را

عجیب اتفاق کہ پانی میں سے ایک مچھلی اچھلی اور تڑپ کر ان کے دامن میں آپڑی' صیدی نے اسے اپنے اس شعر کا من جانب اللہ صلہ سمجھ لیا اور شگون نیک جان کر اٹھا لیا' دوسرے دن اس عطیہ کی خوشی میں احباب کی دعوت کی' سرخوش نے بمصداق طابق النعل بالنعل اسی مطلع پر یہ مطلع بہم پہنچایا؛ :—

ازیں بےرحم صیاداں رھائی کے بود مارا
کہ آتش می‌زنند از بہر یک نخچیر صحرا را

بہت مقبول ہوا' نواب شیخ امیر سپہ سالار شاہ عالمگیر کے فرزند مکرم خاں بھی اس صحبت میں شریک تھے۔ انھوں نے اس منتظر فیض الہی کو ایک خلعت فاخرہ عطا فرماکر تسلی بخشی پھر حسن مطلع بھی کہا (ذکر صیدی)

عشق بازی سرخوش معلوم ہوتا ہے کہ عالم شباب میں عشق و محبت کے متوالے رہے ہیں' میر معز سے ان کے بہت زیادہ دوستانہ تعلقات تھے' ان سے یہ چھپاتے نہیں تھے' ان کا قیام کسی تقریب سے لاھور میں ہوا' وھاں ایک عورت پر عاشق ہوگئے لکھتے ہیں'

ایک وقت فقیر لاهور میں ایک عورت پر عاشق هوگیا، مگر جب رایات عالیات کا لاهور سے شاه جهاں آباد (دهلی) کو کوچ هوا چار ناچار میں بهی نهایت پریشاں حالی کے ساته رکاب سعادت کے همراه روانه هوا، ایک روز میر صاحب کے گهر میں بیٹها تها، اس معشوقه کا ذکر آگیا، مجه پر رقت طاری هوگئی، گریه و فغاں کرنے لگا، میر بہت متاثر هوے اور اسی وقت یه رباعی کہی،

اشکے که مراز چشم نم دیده برفت
لخت دل من بود که غلطیده برفت

در هجر تو ایں نکته مرا شد معلوم
کز دل برود هر آنچه از دیده برفت

ان کی ایک معشوقه رسن باز بهی تهیں، مسیحی کے حالات میں ان کے ایک شعر کے سلسلے میں لکهتے هیں،

فقیر نیز در تعریف معشوقه رسن باز رباعی گفته بود :—

آں شوخ رسن باز که ماه زیبا است
بالاے علم چوگل بشاخ رعنا است

نے نے غلطم که آفتاب محشر
یک نیزه بر آمد و قیامت برپا است

اخلاص به احباب سرخوش اپنے احباب کے ساته بہت خلوص کے ساته ملتے تهے، مناسب کی نسبت لکهتے هیں،

"با فقیر همدم و هم صحبت بود مرد کوکناری، درصحبت و یاری درست بود"

آقا محمد حسین ناجی کے متعلق لکهتے هیں

"در فنون نسخ و نستعلیق ید بیضا دارد در علم ظاهری و انشا پردازی نیز عدیم المثل، از مشفقاں و مهربان فقیر است"

میر معز کے ساته سرخوش کے گہرے تعلقات تهے، جب ان کی وفات هوئی تو سرخوش کو سخت صدمه هوا، چنانچه لکهتے هیں،

" میاں ناصر علی شنیدہ زار بگریست و بر ایں فقیر دلگیر گذشت آنچہ گذشت ' دو تاریخ وفات آں مرحوم ایں اخلاص مندبے رہا یافتہ " (ان تاریخوں کیلئے دیکھو حالات موسوی)

سرخوش کے متعلق معاصرین کی رائے میر معز کے ساتھ سرخوش کے گہرے تعلقات تھے ' اس کا یہ عالم تھا کہ جب سرخوش جاتے میر صاحب اپنا درس علم عربی موقوف کردیتے اور طلبہ سے کہتے

" امروز با سرخوش جام عرفاں صحبت تصوف و شعر دارم "

میر معز ان کی بہت تحسین کرتے رہتے ' اور اکثر از راہ قدردانی کہا کرتے تھے کہ جب سے میں ہندوستان آیا ہوں ' تین شاعر میری نظر سے گزرے ہیں ' یعنی غنی ' ناصر علی اور سرخوش '

حسن بیگ واثق عہد عالمگیری کے مشہور شاعر تھے ' جب وہ ایران جانے لگے تو سرخوش سے کہا کہ اپنی ایک تازہ بیت اپنے خط سے میرے بیاض میں لکھدیجئے ' انہوں نے لکھدی لیکر کہنے لگے

" تحفۂ کہ از ہند میبرم ایں شعر تست "

تذکرہ یہ تذکرہ نہایت دلچسپ مفید اور تاریخی معلومات کا ذخیرہ بے بہا ہے ' سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس میں ان شاعروں کا ذکر کیا ہے جو خود ان کے ہمعصر تھے ' یا تھوڑی مدت پہلے گذرے تھے ' شعرا کے حالات سے وہ ذاتی طور پر واقف تھے ' خصوصا انکے دور کے شاعروں کے متعلق اور ان کے حالات کے ضمن میں امرا ' سلاطین ' اور بعض بیگمات تیموریہ کے متعلق جن کے زمانہ کا تعلق ان کے تذکرے سے ہے ' بہت دلچسپ باتیں ' لطیفے ' اور نکتے معلوم ہوتے ہیں ' جو تاریخ کی اور کتابوں میں نہ ملینگے ' یہ تذکرہ شاعروں کے خاندانی ' تعلیمی وغیرہ حالات سے یکسر خالی ہے ' لیکن ان کی ذاتی قابلیت پر اس سے روشنی پڑتی ہے ' اکثر شاعروں کے حالات ایک دو دو سطروں میں ختم کردیے ہیں ' اکثر شعرا کے اشعار پر خود بھی طبع آزمائی کی ہے ' شعر کے جواب میں شعر کہا ہے ' اور اپنا اور اس شاعر کا شعر لکھکر ناظرین کو

قابل کی دعوت دی ھے ' اگر کسی کا صرف ایک شعر یامصرعہ ملا ھوتو
اسی پر اکتفا کیا ھے اور لکھا ھے

" ازاں جاکہ مقرر سخنوران صاحب کمال است بیک بیت
دعوی شاعری مسلم بود ' اگر مصرعش مصرعہ هم بود ' موافق ایں قول
دریں اوراق نام اکثر اعزہ مرقوم گشت " (ذکر ملا اعلی تورانی)
یہ تذکرہ حروف تہجی کے اعتبار سے مرتب کیا ھے ' مثلا پہلے وہ
شعرا ' هیں جن کے تخلص کا پہلا حرف الف ھے جیسے الہٰی ' اسیر
وغیرہ پھر وہ جن کے تخلص کا پہلا حرف ب ھے ' اسی طرح ی
پر یہ تذکرہ ختم هوجاتا ھے ' اس میں ایک دیباچہ کے بعد ۱۶۹
شاعروں کا حال بیان کیا ھے ' اس کے بعد خاتمہ ھے ' اس میں
لکھتے هیں '

" اگرچہ دنیا میں شعرا بہت هیں ' لیکن فقیر کو اتنے هی
عزیزوں کے حالات سے اطلاع ملی ' اور یہ جوهر ایک شاعر کے اشعار
جس قدر بھی لکھے هیں میر معز موسوی جیسے سخندان کے انتخاب
کردہ هیں اور ان کے سفینے سے جس کا نام گلشن فطرت ھے نقل
لی گئی ھے ' نیز کچھ مرزا محمد علی ماهر اور محمد زمان راسخ
کی بیاضوں سے جن کی سخن فہمی پر سب کو اتفاق ھے ' میں
یہ نہیں کہتا کہ ان عزیزوں کے منتخب اشعار بس اتنے هی هیں
اور نہیں ' لکھتے وقت فقیر کو اتنے هی یاد آئے "

خاتمے کے بعد تقریبا ساڑھ عربی اور فارسی تاریخیں هیں جو
مختلف لوگوں کی کہی هوی هیں ' آخر میں مصنف کی چھ رباعیاں
هیں جن میں بعض همعدد الفاظ اور فقروں کو استعمال کیا ھے
جن کے درمیان کوئی خاص مناسبت پائی جاتی ھے جیسے اول من آمن
اور علی بن ابی طالب وغیرہ

ماخذ مدراس کے سرکاری قلمی کتب خانے میں اس تذکرہ کے
تین نسخے هیں ' پہلا نسخہ بہت هی کرم خوردہ ھے ' اور اکثر جگہ
سے ٹکڑے غائب هوگئے هیں ' یہ نسخہ مصنف کی وفات کے چھبیس
سال بعد سنہ ۱۱۵۳ هجری میں لکھا هوا ھے ' اس کے کاتب شیخ محمد
حافظ هیں ' جو احمد آباد کے رهنے والے تھے ' خاتمہ کی عبارت حسب
ذیل ھے ؛

" بتاریخ یازدهم ماہ محرم سنہ ۱۱۵۳ هجری در بندر مبارک سورت صورت تحریر پذیرفت ' راقم الحروف شیخ محمد حافظ ساکن زین البلاد احمد آباد "

سر ورق کی عبارت سے ظاهر هوتا هے کہ یہ نسخہ عظیم الدین داروغہ کی معرفت سے کتب خانہ والاجاهی کیلئے یکم شعبان سنہ ۱۱۹۸ هجری کو خریدا گیا تھا ' اسی صفحہ پر " نصیر الدلہ بہادر نصرت جنگ " اور محمد علی حسین خاں تاج الامرا " کی دو دو مہریں هیں ' اس نسخہ کے کل اوراق ۸٦ هیں اور هر صفحہ میں سترہ سطریں هیں کہیں کہیں کاتب نے حواشی بھی لکھے هیں '

دوسرا نسخہ خوش خط هے ' کہیں کہیں سے کرم خوردہ هے اس کے کل اوراق ۹۵ هیں اور هرایک صفحہ میں پندرہ سطریں هیں تیسرے نسخہ کے کل اوراق کی تعداد ۹۲ هے اور هرصفحہ میں پندرہ سطریں هیں ' ان دونوں نسخوں کے کاتب اور سنہ کتابت کا کچھ پتہ نہیں هے ' تیسرا نسخہ پہلے اور دوسرے کی طرح خوش خط نہیں هے ' اکثر جگہ غلطیاں هیں ' کسی نے سرخ روشنائی سے ملکی تصحیح کی هے اس تذکرہ کے متن کی تیاری میں هم نے ان تینوں نسخوں سے مدد لی هے ' ان تینوں میں باهمی کچھ زیادہ اختلاف نہیں پایا جاتا ' البتہ اشعار کی ترتیب میں کہیں کہیں فرق هے ' اور یہ کچھ زیادہ اهم نہیں هے ' لفظی اختلافات کو زیریں حواشی میں ظاهر کردیا گیا هے ' اصل نسخوں میں الف ' ب وغیرہ کی سرخیاں نہیں هیں ' یہ هم نے قایم کی هیں ' اسی طرح هر شاعر کے نام کے ساتھ گنتی کے اعداد هم نے دیے هیں '

محمد حسین محوی صدیقی لکھنوی
سنہ ۱۹۳٦ع

کلمات الشعراء

از

محمد افضل سرخوش

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سخن جان ست و دیگر گفتگو جانان ز من بشنو
اگر هر لحظه جان تازه می‌خواهی سخن بشنو

بعد حمد سخن آفرینے که حقیقت انسانی را بشرافت امتیاز نطق اشرف مخلوقات ساخته - و نعت نبی اُمی که نوک قلم از عار شق نه کرده بشق قمر پرداخته - فقیر سرخوش واضح می‌گرداند که سخن قدیم است و لا یزال ' زیرا که کلام از جملهٔ صفات سبعهٔ * الہٰی است - چون ذات قدیم و لا یزال است ' صفاتش نیز می‌باید که قدیم و لایزال باشد - غرض تا بهار نطق در جوشست ' هر زبانے بالفاظ رنگا رنگ گل فروش در جمیع افواه والسنه مرتبهٔ کلام موزون از ناموزون و نظم از نثر زیاده و افزون است —

آب بود معنی روشن غنی !
خوب اگر بسته شود گوهر است

گواه صدق این دعوی مصرعهٔ برجسته "بسم اللہ الرحمن الرحیم" است که دیباچه طراز و عنوان آراے قران ست - بیت بلند ابروان را جا بالاے چشمهاے خوبرویان و خوش نگاهان است حکما

* ۱ — حیات ۲ - علم ۳ - قدرت ، ۴ — اراده ، ۵ - تکوین ، ٦ - تکلم ، ۷ - سمع

گویند که در بدن آدمی عجائب بسیار است، اما دو چیز بغایت غریب و نادر است که عقل در ادراک آں عاجز و قاصر - اول جستن نبض است، که بے نطق خبر از اعتدال و اختلاف امزجه میدهد - واطبا ازاں بر سقم و صحت ابدان مطلع میگردند - دوم شعر یعنی کلام موزوں که گرهے بر یادش نیست - بچه فصاحت و بلاغت و لطافت و نزاکت ترکیب مییابد که موجب یادگار و باعث زندگی نام در روزگار میگردد، سخن سنجاں به نسبت آں از هم دگر ممتاز اند (و) 'بتلا میدالرحمانی' معزز و سر فراز - چنانچه ملا ظهوری فرماید :—

ز حیواں به نطق آدمی بهتر است
پس آدم هر آنکو سخنور تر است

نسبت شعراے کرام بانبیا علیهم السلام اقرب واقعست، زیرا که رجوع ایں هر دو طائفه علیه همیشه بمبدأ فیاض و عالم غیب است - چنانچه ملا نظامی فرماید :—

پیش و پس قلب صف کبریا
پس شعرا آمد و پیش انبیا

بیقین باید دانست که ذکر احوال و استماع اقوال ایں عالی فطرتان، خالی از فائدۀ کلی و منفعت تام نه خواهد بود :—

پوشیده نماند که عزیزانے که بیشتر بتالیف و ترتیب تذکرۀ شعرا پرداخته اند ابتدا از احوال و اشعار حکیم رودکی کرده، تا به سخنوران عهد خویش رسانیده اند اکثر تواریخ و تذکره تا زمان اکبر باهشاه رقمی گردیده، در هر تاریخی احوال ایشاں مسطور

است و در هر تذکره ذکر اینها مرقوم - بخاطر فاطر گذشت که ازروے نوشتۀ یک دیگر سواد برداشتن و نقل نویسی کردن لطفے نه دارد :—

مکرر گرچه سحر آمیز باشد
طبیعت را ملال انگیز باشد

مناسب چناں می نماید که دریں عصر رواج سخنان رنگیں خیالاں و معنی تازه یاباں بسیار است و اشعار جواهر عیار ایشاں بیاضی و بر روے کار - اگر به ترتیب احوال و تدوین اقوال ایشاں سعی نموده آید پر بجاست لهذا شمۀ از احوال و اقوال سخن سنجان عصر نورالدین جهانگیر بادشاه تا نازک خیالان عهد عالمگیر شاه که پایۀ معنی یابی را به معراج کمال رسانده اند ، فقیر سرخوش فیض صحبت بعضے دریافته و با بعضی نسبت هم عصری داشته کم و بیش موافق حروف تهجی بقید قلم و ضبط رقم در آورده به کلمات الشعراء
۱۰۹۳ ھ
موسوم گردانید و تاریخش * نیز از نام بر آورده - هر که از نعمت الوان ایں خوان احسان فائده بردارد امید که ایں ریزه چین زله کرم را بفاتحۀ خیر یاد آرد :—

داخل اهل سخن نیست به پیش دانا
آں که نامش نه بود در کلمات الشعراء

---

* ۱۰۹۳ ھ -

(الف)

۱ — **میر الهی همدانی :** در عهد جهانگیر شاه از ولایت همدان به هندوستان آمده شاعر نازک مزاج و خوش خیال بوده - دیوانے مشهور دارد - چوں نام الهی تخلص کرده تعظیما ابتدا ازوے نموده شد - من اشعاره :—

مطلع خورشید می‌سازد رخت کاشانه را
سوده می‌گردد زباں در وصف زلف شانه را

ز بس طراوت رویش نمی تواں دانست
که شبنم است به گل یا گره به پیشانی

دهر انتقام آں کشد اکنوں ز من که داشت
آسوده چند روز به پشت پدر مرا

نیم جو کام از فلک حاصل نه شد کاں تنگ چشم
خوشه ساں در کیسه پنهاں می‌کند هر دانه را

روے درهم می‌کشد از روے ما آئینه هم
چین پیشانی است گویا آیۂ در شان ما

۲ — **میرزا جلال اسیر** از نجباے ایراں بوده، بهند نیامده، دیوانش مشهور است و اشعارش خالی از دقت آفرینی نه :—

کدام روز که سر مشق انتظارم نیست
کدام شب که سر گریه در کنارم نیست

خاطرم زیر فلک از جوش دل تنگی گرفت
دامن ایں خیمۂ کوتاه را بالا زنید

فقیر سرخوش نیز مقابل ایں بیت عالی، بیتے رسانیده

تنگی ایں خانه عمر گاه نشاط است
قصر فلک حیف پیشگاه ندارد

گشتم غبار و از سر کویش نمی‌روم
دیگر چه خاک بر سر طاقت کند کسے

شکستے کز دل افتادگاں خیزد خطر دارد
مبادا شیشهٔ یارب ازیں طاق بلند افتد

میاں ناصر علی یک بیتش را اکثر برزباں داشت وخوش گاه او بود و می گفت چنیں شعر کم به گوش من خورده، و مرزا خود ظاهر به ازیں نداشته باشد طبائع مختلف است و بنده ناقل آں بیت اینست :—

نکند فیض ادب رنج خموشی ضائع
هر سوالے که نه کردیم جوابے دارد

فقیر در بیت مرزا تصرفے کرده، لفظے رسانده :—

شش جهت مشت غبارے شد و پرواز گرفت
برق جولانیکه در خرمن خاک افتاده است

فقیر بجاے مشت غبار، 'مشت شرار' مناسب تر می‌داند :—

۳ — میرزا ابراهیم ادهم سید عالی نسب، صوفی نژاد است، در زمان شاه جهاں بادشاه به هندوستاں آمده، دیوانه مشرب بود، جنون ساخته داشت باهمه بزرگاں بشوخی پیش می‌آمد طبعش به طرز ایهام میل تمام داشت، از جملهٔ مثنوی ز لالی سه بیت انتخاب نموده بود، الحق آں ابیات انتخابی است - یکی در تعریف باغ و بهار :—

نزاکت آں چنانش نخل بستے
که بار رنگ شاخ گل شکستے

دوم در وصف اسپ باد رفتار :—

ز جستن جستن او سایه در دشت
چو زاغ آشیاں گم کرده سرگشت

سوم در تاریکی شب دیجور :—

کواکب می نمودے در زمانه
چو چشم گربه در تاریک خانه

روزے در مجلس وارد می‌شود امرد پسرے در پهلوے عزیزے می‌بیند رفته طرف دوم آں می‌نشیند و اظهار گرم جوشی می‌کند و آشنائی بهم می‌رساند، و آهسته در گوشش می گوید، خوب است، ایں پسر را براے ما تنه*کنی او گفت صاحب چه می‌فرمایند ایں خود پسر من ست۔ گفت هم چنیں، پس غلط کردم به دیگرے باید گفت۔ یک بیت در تعریف فقر خوب گفته :—

اے که آرام دل خود به جهاں می‌خواهی
بعد درویشی اگر هیچ نباشی شاهی

جامه گلگونے که از خوں ریزیم آزرده نیست
گر منش دامن نه گیرم خون من خود مرده نیست

چمن جویاے وصل کیست کز خود در خیابانش
سراسر می‌رود چاک گریباں تا بدامانش

براے نثارت ز شرمندگیها
اگر جاں نه می‌داشتم مرده بودم

رباعی

ادهم! صبح است وقت می نوشیدن
شوم است به مخمور سحر خوابیدن
آں نشه که در مئی صبوحی بینی
برخیز که در خواب نه خواهی دیدن

* تنه: بفتحتین یابضمتین، رام و مطیع۔ (غیاث)

۴ — **خان زمان، امانی**، خلف مهابت خان، خان خانان، طبع رسائے داشته، دیوانے رنگیں گزاشته، در طبابت نیز وقوف را کارمی فرمود :—

گر نیم مائل رخسار تو حیرانی چیست
ور ندارم سر زلف تو پریشانی چیست

در ره عشق، صلاح از من رسوا مطلب
کافر عشق چه داند که مسلمانی چیست

بیاد کعبه چه سر می‌زنی خدا ایں جا است
بطوف مروه کجا میروی، صفا ایں جا است

ز پاے تا بسرش هر کجا که می‌نگرم
کرشمه دامن دل می‌کشد که جا ایں جا است

در باغ چساں توبه تواں کرد امانی
هر شاخ گلے ساقی پیمانه به چنگ است

۵ — **ظفرخان احسن** : خلف رکن السلطنت خواجه ابو الحسن صاحب طبع عالی بوده، دیوانے رنگیں بامثنویهاے پر مضامیں ترتیب داده، اکثر بصاحب صوبگی کشمیر و کابل عشرت اندوزی داشت۔ وقتیے که ناظم کابل بود، میرزا محمد علی صائب تبریزی بشوق دریافت صحبتش از ایراں آمده، مدتها گزرا نیده۔ خان قدرداں در احوال پردازیش سعی موفوره بجا می‌آورد، بانواع مراحم و الطاف پیش می‌آمد۔ تذکرۂ اشعار سخن وراں نامدار که باوے ربط آشنائی داشتند، مثل صائب، و قدسی، و کلیم، و سلیم و دانش و میر صیدی، و هر دو سالک و غیرهم که دراں زماں کوس خوش خیالی می‌نواختند انتخاب هر کدام بخط او نویسانیده برپشت سر ورق صورت ایں معنیب سنج نیز ترتیب کرده۔ یک ورق که برو شبیه کلیم بود، فقری پیش شاه عیاں دیده۔ ایں چند بیت از فکر هاے اوست :—

به تیغ بے نیازی تا توانی قطع هستی کن
فلک تا افگند از پا ترا خود پیش دستی کن

بهر کجا که رسم وصف دوستاں گویم
برائے یارفروشی دکاں نمی‌باشد

از سبزه تیغ بر کمر گل بهار بست
گر توبه خضر وقت شود جاں نمی‌برد

زبهر مستیم کے کار با جام شراب افتد
مرا از گفتگوے باده سرخوش می‌تواں کردن

---

۶ — **عنایت خاں آشنا** خلف ظفرخاں ، جوان دل چسپ بود ، دستے در انشا پردازی نیزداشته ، احوال سی سالۂ شاه جهاں بادشاه را از ملاحمید وغیره فصیح تر نوشته ـ اما باعتقاد فقیر از „ خیرالکلام ما قل و دل ،، ایں هم بهره نداشت ، بیت چند از زادهاے طبع اوست :—

درد و درماں را دهدگر عرض عشق او به ما
زخم برداریم ، بگذاریم مرهم را بجا

ناقصاں هم بدرش ، چشم طمع دوخته اند
کور پیوسته نظر جانب بالا دارد

در سبک باریست آسایش
سایه خوابیده قطع راه کند

بنشیں بگوشه اگر آزردۂ ز خلق
پاے شکستۂ تو بجائے نه رفته است

فقیر نیز ازین قبیل بیتے دارد :—

بوصل دوست محال است اگر رسیدن ما
نه رفته است بجاے ز خویش رفتن ما

گویند در امردی صاحب حسن بود در ایامے که خط سبزه پریزاد حسنش را در شیشه کرده بود ـ درویشے موزون طبع براے دیدنش آمد ، چوں بار نیافت ایں بیت نوشته فرستاد :—

ناز بیجا چه کنی چوں برخت ریش آمد
شرم کن شرم که روز سیهت پیش آمد

۷ — اَصف قمی دیوان مختصر موافق فکر خود دارد در زمان شاه جہاں بہند آمد هیچ جا رشدی نه کرد ـ غیر ازیں مطلع ندارد :—

شعله ایم اما ز دود دل سیه پوشیم ما
چوں چراغ لاله می سوزیم و خاموشیم ما

۸ — به کلمات صوری و معنوی ممتاز ، مولوی ملا محمد سعید ، اعجاز ، مجموعهٔ مکارم اخلاق و گل سر سبد انفس و آفاق است ـ عمر شریفش در تحصیل علوم معقول و منقول و اکتساب فضائل می‌گذرد ـ بیشتر اوقات بشغل درس علم دینی و افادت و افاضت مصروف است ـ گاه گاه به حسب صفائی ذهن و جودت طبع به فکر شعر نیز می‌پردازد و داد خوش خیالی و نازک بندی می‌دهد ـ در وقت رفتن لاهور مطلع عارفانه بفقیر نوشته بود :—

کشیده ام زجنوں ساغرے که هوش نه ماند
دگر معامله با پیر مے فروش نماند

فقیر جواب نوشت :—

گداخت حیرت عشق توام خروش نماند
چو برگ گل ز تنم جز لب خموش نماند

بفقیر خانه آمده تحسینها کردند، و گفتند من راست براست طرز گفته بودم و شما معنی کرده اید۔ فقیر در خدمت ایشاں اخلاص قدیم دارد۔ وجود ایشاں دریں زمانه از مغتنمات است۔ خدا سلامت دارد - چند شعر قدیم ایشاں قلمی میگردد :—

خمار آلوده شوخی از چمن بر چیده داماں شد
شکست رنگ گل مهتاب را چاک گریباں شد

تقاضاے ستم گل میکند از انفعال او
نگاهے کز حیا دزدیده شوخیهاے مژگاں شد

شب که بے روے تو گلشن غنچۀ دل تنگ بود
شعلۀ آواز بلبل آتشے در سنگ بود

برق جولانیکه گرم صید ازیں وادی گزشت
بر طپیدنهاے نبض جادۀ صحرا تنگ بود

دل غم دیده را اسباب راحت می‌شود کلفت
فتد از مرهم کافور گل در چشم داغ من

شکستم رنگ دل آئینه دار بیدشاں گشتم
درے بر روے خود وا کردم و محو تماشایم

نمک میریزد از صبح طرب در جام اقبالم
بهٔ دستم آسماں ساغر دهد از گردش حالم

دل همصحبتان محو طپیدن گردد از یادم
شود آئینه برق از بیقراریهاے تمثالم

براه فقر اعجاز است اظهار توانائی
حباب آسا نفس میدزدم و بر خویش میبالم

شب که از حیرت نفس دزدیدن فریاد بود
نالۀ زنجیر مجنوں ، جوهر فولاد بود

چه آتش ریخت ذوق سوختن در سینۀ تنگم
چراغ کشته روشن میشود از جستن رنگم

چو بوئے غنچه دل تنگے نفس را در گره دارد
شکست خاطرم از پرده بیروں نیست آهنگم

نه رفت از سخت جانیهاے من نازک دلی هرگز
نمی‌آرد گداز عشق بیروں شیشه از سنگم

بخلوتگاه دل تنگی که جز یادت نمی‌گنجد
تپیدن سبحه گردانی کند از گردش رنگم

زلال صافی مشرب بهر رنگی زند جوشے
بمن هرکس که رو آورد چوں آئینه همرنگم

خموشی آئینه پرداز جوهر هوش است
چراغ انجمن دل زبان خاموش است

بغیر نرگس دنباله وار یار که دید
زخود رمیده غزالے که دام بر دوش است

براه عشق ز آزردگی چه می‌پرسی
نگاه حیرتم از دیده خانۀ دوش است

هزار جام گل و شیشه هاے غنچه شکست
شراب نالۀ بلبل هنوز در جوش است

سحر که گردهٔ تصویر خندهٔ روز است
بهار یاسمن جلوهٔ بناگوش است

تا فروغ عارض او شمع بزم بلبل است
رنگ برگ گل چراغ زیر دامان گلست

جلوهٔ حسن از ظهور عشق برقی بیش نیست
خندهٔ گل درحقیقت جوش خون بلبل است

حیرت آن سرمه سا نرگس نمیدانم چه کرد
نکهت گل در چمن فریاد خاموش گلست

آسمان هم سد راه گریهٔ مستانه نیست
سیل ما اعجاز دائم خانه بردوش پلست

چنین کز موج خیز شعله میگردد غبار من
برنگ شمع سوزد صبح محشر بر مزار من

رم آهو ز موج گل شود سیلی خور وحشت
بصحرا گر بهار جلوه ریزد گلعذار من

مهیای شکستم همچو رنگ چهرهٔ عاشق
ز دامان طپیدنهاے دل ریزد غبار من

برنگ گردباد آشفته ام در دشت بیتابی
بود سرگشتگی شیرازهٔ مشت غبار من

بود آئینه بے روے تو لوح مشق حیرانی
دمد از سایهٔ زلف تو سوداے پریشانی

غبار خاکساران موج خیز شعله میگردد
بمیدان گر نماید شهسوارم برق جولانی

نم آب قناعت صد بیابان گرد بنشاند
تو از آب گهر تاکے غبار و گرد بنشانی

بساغر گر بہار جلوہ‌اش رنگ چمن ریزد
کند در دست ساقی ، قلقل مینا غزل‌خوانی

بے تو از بزم طرب هرگز نوآے بر نخاست
نغمه خون مردۂ رگہاے تار چنگ بود

بوے گل شگفتگیم بر دماغ زد
سنگے طپیدن دل من برایاغ زد

شب بر فروغ حسن تو پروانه جوش کرد
رنگ پریده دامن رم بر چراغ زد

نمی دانم که می‌آید براے پرسش حالم
که چون دل می‌طپد در پہلوے آئینه تمثالم

هجوم عشق می گیرد عنان بیقراریها
چو برق از شوخی پرواز میریزد پر و بالم

اے که هر رنگ بود حرف خود آرائی تو
عینک هر دوجہاں مفت تماشائی تو

۹ — **ملا محمد سعید اشرف** از خوش خیالان زمان است - در عهد مبارک عالمگیر شاهی از ولایت ایران بهند آمده ، نواب زیب‌النسا بیگم خلفۂ بزرگ بادشاه دین پناه از روے قدردانی دستگیری احوالش نموده در ملازمت خود نگاه داشته - معنی یاب و خوش فکراست - اکثر تلاش بطرز ایہام میکند - عجب صاحب قدرت ست که در خانۂ میر معز موسوی خاں دیده ام که نشسته باهم حرف می زنند - و سخنان همدیگر میشنوند ومی‌خوانند ، قلم بر میدارد ، مثنوی ، و غزل ، ورباعی تازه مضمون بر روے کاغذ می‌نگارد - گاهے سر بگریبان

تفکر فرودہ بردہ - مثنوی قضاو قدر ، قریب ہفصد بیت ہمیں دستور بحضور یاراں گفتہ و نوشتہ - دروے تلاشہا کردہ در ماتم سوداگر پسر کہ در دریا مردہ ، گفتہ :—

نبودے چوں دراں دریا میسر
کف خاکے کہ افشانند بر سر

بیارے از سر درد یتیمی
فرستادے گہر گرد یتیمی

رہروان راست رو را رہبری درکار نیست
خامۂ جدول کشاں را مسطرے درکار نیست

افتد آساں طرہ اش وقت مے آشامی بہ چنگ
مار چوں آبی شود ، افسوں گری درکار نیست

از تغافلہاے پے در پے مگر یارش کنم
پا زنم چنداں بہ جیب خود کہ بیدارش کنم

خاکساری سرفرازی میشود در میکشی
شور مستی‌خیز میسازد دم طاؤس را

چو آں آبے کہ شوید طفل دروے مشقی خود را
ہزاراں حرف در ہر قطرۂ اشکم نہاں باشد

جلوۂ نازت رسائی داد بیداد مرا
کوہ تمکینت ہوبالا کرد فریاد مرا

کے شود آزاد از زلف گرہ گیرش کسے
دانۂ زنجیر در دام است صیاد مرا

گرد خط آخر برائے چہرہ ات اکسیر شد
ایں غبار از بہر حسنت خاک دامنگیر شد

از پریشاں حالی آخر کار من صورت گرفت
بسکہ مو آمد بہ کلکم خامۂ تصویر شد

در نامۂ زمانہ بجز حرف جنگ نیست
گویا کہ از سیاہی لشکر نوشتہ اند

یک بیت در منقبت حضرت مرتضیٰ علی علیہ السلام بسیار برجستہ گفتہ :—

ہمیں نہ خویشی حیدر بہ مصطفےٰ تنہا است
ہم اہل بیت رسول و ہم اہل بیت خدا است

۱۰ — **محمد ابراهیم انصاف** : جوان طالب علم بود ، طبع سخن‌وری تیز داشت بخدمت میرمعز موسوی خان شعر می گذرانید ۔ معنیہاے تازہ فکر میکرد درعین جوانی بقضاے ربانی ودیعت زندگانی سپرد :—

سوے پستی ست در ہر پایۂ رفعت نہاں راہے
بود ایں کوہ را بر تختہ سنگے بر سر چاہے

نسازد غم بہ بیتاب محبت شادمانی ہم
گراں باشد بایں بیمار مردن زندگانی ہم

حامل خورشید وحدت رنگ ہستیہاے ماست
چوں زمیں از پیش بردارند روز و شب یکیست

اگر چہ ایں معنے از مولوی رومی ست کہ فرمودہ :—

چوں زمیں برخیزد از جور فلک
نے شب و نے سایہ ماند نے دلک

این فقیر این معنی را شوختر ازین بسته، چنین درست کرده :—

حائل خورشید وحدت شد غبار هستیم
چون بساط خاک بر چینند روز و شب یکیست

شب را از بیت مولوی او برداشته، و سایه را فقیر چنین بسته، غرض این معنی مولوی را ما و او برادری بخش‌کرده گرفته‌یم :—

مظهر ظلمت نباشد جز غبار هستیم
میکند روے زمین آئینه دار سایه را

۱۱ — **میر محمد احسن، ایجاد :** از نجباے سادات سامانه است در خوش خیالی و نازک بندی یگانهٔ زمانه صاحب فکر هاے بلند است - و از علوم متداوله نیز بهره مند - غزلهاے طرحی را بقدرت و سامان تمام میگوید - ونثر را بطرز خاص خود می‌نگارد :—

بسکه پرگردید گوشم از صداے عندلیب
بوے گل گر بشنوم دانم نواے عندلیب

گر سراغے گیری از عاشق فغان آئینه است
در غبار ناله باشد نقش پاے عندلیب



شب نالهٔ دوزخ شررم گرم اثر شد
خاکستر دل بال و پر افشاند سحر شد

طومار هوا یک قلم از شعلهٔ آهم
چون کاغذ آتش زده افشان شرر شد



جلوهٔ معنی ندیدم در صفاے قیل و قال
سبز شد هرجا سخن، آئینهٔ در زنگ بود

شد غبار آلود کلفتها زلال زندگی
مشت خاکے از بدن تا برسر ماریختند

حال سنگینی هجران تو انشا کردم
سطر در صفحه فرورفت چو زنجیر در آب

۱۲— **ملاعلی، تورانی** : فقیر آزاد مشرب بود و صاحب همین بیت و بس :—

هر که شد خاک نشین برگ و برے پیدا کرد
سبز شد دانه چو با خاک سرے پیدا کرد

ازاں جا که مقرر سخنوران صاحب کمال است ببیک بیت دعوی شاعری مسلم بود، اگر مصرعش مصرعه هم بود - موافق این قول درین اوراق نام اکثر اعزه مرقوم گشت -

۱۳ — **میرزا عبدالرسول استغنا** : بخشی سرکار شاهزاده والا گهر محمد اکبر بود - شعر بطرز قدیم بسیار گفته - این بیت ازوست :—

میتوان آورد استغنا! سفارش نامهٔ
چرخ کج رو را اگر دانیم از یاران کیست

بکین چوں منی اے دوستی دشمن چه می آید
غریبم، خاکسارم، عاجزم از من چه می آید

(ب)

۱۴ - **بینش** تمام دیوانش را سیر کردم ، غیر ازیں دو بیت بنظر در نیامد :—

هر پارهٔ دلم چمنے از نگاه اوست
آئینه چوں شکسته شد آئینه خانه ایست

در راه وصال تو ز بس چشم براهم
چوں جاده بود ، خاک نشیں مد نگاهم

۱۵ - **باقر تبریزی** : بسیار خوش فکر بوده ، ایں دو بیت اواز میر معز شنیدم -

بے تو شب ماه تیره روزاں
چوں چشم سفید گشته تار است

همچو غنچه تا یکے دربند خود باشد کسے
خیمه زن چوں لاله بیروں از سواد خویشتن

۱۶ - **ابوالحسن ، بیگانه** : بهند نیامده - دیوانش پیش میر معز بنظر افتاده :—

احوال شب از شمع سحرگاه چه پرسی
از سوختگاں قصهٔ جانکاه چه پرسی

آئینه ز عکس تو در آغوش گداز است
آگه نهٔ از حال دلم آه چه پرسی

مهتاب ز ویرانهٔ من گرد بر آورد
اے سیل بسر منزل من راه چه پرسی

بر شیشهٔ دل خورد زنیرنگ تو سنگی
هر پارهٔ این شیشه صدا کرد برنگی

---

۱۷ - **رفیع خان ، باذل** : برادر زادهٔ وزیر خاں ، عالمگیر شاهی - صاحب طبع رسا است و جوان قابل ، کتاب معارج النبوة را در زمین شاه نامهٔ فردوسی بنظم در آورده - و دران جا تلاشها کرده حملهٔ حیدری نام نهاده - قریب چهار هزار بیت رسانده - این چند شعر از زادهائے طبع اوست :—

عشق را باهر دلے نسبت بقدر جوهر است
قطره برگل شبنم و در قعر دریا گوهر است

عارض گل رنگش از می شمع روشن میشود
از برائے آتش گل آب دامن میشود

بسکه شرح غم دل مضطرب احوال دهم
بکبوتر چودهم نامه پر و بال دهم

از فنائے خویش حظ کاملے برداشتم
کز میان جان و جانان حائلی برداشتم

صد جگر خون از کجا هر روز صرف غم کنم
منکه از ملک عدم با خود دلے برداشتم

تخم اشکے ریختم ، چیدم گل رسوائیے
دانهٔ افشانده بودم حاصلے برداشتم

هر گاه برد مستی چشم تو ز هوشم
لبریز شود چوں خم میخانه ز جوشم

چه نشاط باده بخشد بمن خراب بے تو
بدل گرفته مانده قدح شراب بے تو

تو چناں رمیدی از من که بخواب هم نیائی
بکدام امید واری بروم بخواب بے تو

دل داشتیم دادیم جاں بود عرض کردیم
چیزیکه یار خواهد صبر است و مانداریم

۱۸ - ملا جامی **بیخود** ، **نامدار خانی** - شاعر غرا و صاحب دیوان ضخیم بوده ، قصائد و قطعها بسیار دل چسپ ورسا داشت - در فن تاریخ یابی کار هاے دست بسته میکرد چنانچه تاریخ تولد مرزا اسمٰعیل خلف ارشد نواب جملةالملک اسد خاں که الحال ذوالفقار خاں بهادر ، نصرت جنگ خطاب داشت - : " زبرج اسد رو نمود آفتاب " یافته - و تاریخ شرف
۱۰۶۴

یار پسر کام گارخاں : " شرف یارکامگار " یافت -
۱۰۷۳

وقتے که در خانۀ نامدار خاں پسر اول باسم حمزه میرزا متولد شد تاشش روز جشن ملوکانه کردند - هر روز تاریخی تازه میگذراند - و تلاشها می‌داد - مصرع مادۀ تاریخ هر شش نگاشته می آید :—

۱ — " نونهال نامدار جعفری آورد گل " (۱۰۶۹)

۲ — زر کامل عیار جعفری زیب جهاں آمد (۱۰۶۹)

۳ — آمده در نامدار و شاهوار (۱۰۶۹)

۴ — بگفت آں گوهر والا نجابت از دوسو دارد (۱۰۶۹)

۵ — شب جمعه زاده ، بچهارده ز جمادی اول ایں پسر (۱۰۶۹)

٦ — بمن گفتند تاریخی ادا کن
که سازد سال هند و با عرب جفت

چنیں تاریخ هرگز کس نگفته
کس از هند و عرب یک نغمه نشنفت

دم صبحے بفکر ایں معما
بمژگاں دیده راه فیض می‌رفت

که ایں یک چشمه طفل تو اماں دار
ز بطن غیب در مهد دلم خفت

پئے تاریخ هندو و عرب ' دل
ز هجرت یکهزار و شست و نه " گفت

قصهٔ حسن و دل را بساماں تمام و بسط کلام بنظم در آورده ایں دو بیت در تعریف ساقیاں ازوست :—

یکی را ساده رخ آئینه آسا
یکے را جوهر از آئینه پیدا

گلستاں یکے بے سنبلستاں
یکے را بوستاں گرد گلستاں

بنام نامدار خاں گفته و حسن نامدار خانی نام نهاده ـ تاریخش هم ازیں نام پیدا است که بسجع خاتم او بود :—

جامی از جام حمد بیخود شد

فقیر بعد از فوتش ' تاریخ او از همیں سجع بر آورده :—

رفت جامی چو بیخود از عالم
در ریاض جناں مخلد شد

سجع او بعد فوت شد تاریخ
" جامی از جام حمد بیخود شد "

اشعارش بیشتر بطرز قدیم بود - دو رباعی بخاطر مانده :—

رباعی ۱ :

هر کس که دل از مدار دنیا برداشت
عبرت ز شمار کار دنیا برداشت

گویند زمین برسر گاو است بلے
گاو است کسے که بار دنیا برداشت

رباعی ۲ :

سگ سنی و خرشیعه اگر مشهور است
در خصمی شاں بیبک دگر مشهور است

دانا نکند تعصب از هیچ طرف
دندان سگ و گوشت خر مشهور است

۱۹ — **میرزا عبدالقادر بیدل** : استاد فن است - بسیار گو و خوب گو ست ، امروز در دارالخلافت کوس رستمی می‌نوازد - و داد سخنوری و خوش خیالی میدهد - دیوانها و مثنویهاے متعدد دارد - ونثرهاے رنگین و مسجع می‌نگارد - دریں عصر وجود شریف او از مغتنمات است بسیار آرمیده و بحسن خلق گذاشته است - در تعریف کوه بیتے خوب گفته :—

مزن بر سنگ او زنهار دستے
که مینا در بغل خوابیده مستے

ایں چند بیت از شعر هاے قدیم او ست :—

بر روے ما چو صبح بےرنگے شکسته است
گردے ز دامن طپش دل نشسته است

ما لاف قدرت از مدد عجز میزنیم
پرواز ما چو رنگ ببال شکسته است

این قدر هم مشرب گرداب غفلت داشته است
در محیط از چوب خویش ایجاد چاهی میکنم

دوری مطلب باین نیرنگ هم دی بوده است
کز خیال یار برخود اشتباهی میکنم



بی طواف خویش در بزم وصالش بار نیست
در دل دریا مگر گرداب راهی وا کند



دل بستهٔ وفای جهدی که وا نگردد
ظلم است این گره را بی دست بر کشودن



بخوان قسمت اگر میتوان شدن قانع
بس است لقمهٔ بیداد سر زبان بدهن



اشاره میکند از ننگ احتیاج بگور
بگاه جوع زمین کندن فرس به دو دست



شهید وفاییم ز راحت جداییم
نمردم بذوقی که آرام گیرم



دل از ساز تعلق عاقبت بر کندنی دارد
کشاد آسان شود ، گر اند کی این عقده وا بندی



وفا در هیچ صورت نیست تنگ آلود کم ظرفی
ز خود چون صفر اگر میکاستم افزوده می گردم

قامت پیری مرا ، صفر کتاب یاس کرد
نالہ گر میکنم ، اکنوں یکی دہ میکنم

گل کرد ز مسجودے من سجدۂ فروشے
یعنے چو هلالم خم محراب چنیں شد

در تعمیر رفت عمر و جاے دل پیدا نہ شد
چوں کمان حلقۂ چشم ما براہ خانہ ماند

در هاے فردوس وا بود امشب
از بیدماغی گفتیم فردا ،

کمان همت وارستہ ناوکے دارد
ز چلہ در گذری حکم صافی شست است

وفا سر رشتۂ تسخیر می خواهد رسا بیدل
بأئینے کہ هرکس را گرفتی دست و پا بندی

برخط ترک طلب گر راہ خواهی یافتن
پشت دست و روے دست اللہ خواهی یافتن

زندگی بر گردن افتادہ است یاراں چارہ نیست
چند روزی هرچہ بادا باد باید زیستن

بقدر شعلہ از آتش دمد کلاہ شکستن
توهم بنار بضود هر قدر ز خویش براٸی

فریب کسوت و همت رها یقین زده بیدل !
ز رنگ خویش بر آتا برنگ خویش برآئی

قناعتم چه قدر دستگاه نعمت داشت
که سیرم از همه عالم بخوردن قسمے

نفس از ضبط طپش معنی دل می‌بندد
گوهر آرائی این موج بخود در شکنی است

سخت کاریست که با کلفت دل ساخته ام
زنگ آئینه شدن سد سکندر شکنی است

دل چو خون گردد بهار تازه روے صید تست
موج صهبا دام پرواز است مرغ رنگ را

سیر باغ خود نمائیها اگر منظور نیست
سبزهٔ بام و در آئینه میدان زنگ را *

نشد آئینهٔ کیفیت ما ظاهر آرائی
نهاں ماندیم چوں معنے به چندیں لفظ پیدائی

بلد عشق است از سر منزل مجنون چه می‌پرسی
که ایں‌جا خانها چوں دیدهٔ آهوست صحرائی

چشم پوشیدیم، بر ما و من استغنا زدیم
از مژه برهم زدن بر هر دو عالم پازدیم

خرمن اسباب و برق بے نیازی عالمیست
دل تغافل آتشے افروخت بر دنیا زدیم

سدامست توام آگاهیم گل میکند بیدل
چو مژگاں دست برهم سوده ام با چشم می‌بالم

* یعنی حقیقت خود را خوب دیدن اگر منظور نه داری زنگ آئینه را سبزهٔ بام و در میداں ۔

ماهم از گلشن دیدار گلی میچیدیم
هر کجا آئینه بینید زما یاد کنید

نرگس یار بحالم چه نظرها که نداشت
معنی منتخبم بر سر من صاد کنید

صبح است و ما دماغ تمنا رسانده ایم
چون شمع بوسهٔ مژه تا پا رسانده ایم

آئینهٔ جهان لطافت کدورت است
نقب پری ز شیشه بخارا رسانده ایم

روشن دلان چو آئینه بر هرچه رو کنند
هم در طلسم خویش تماشاے او کنند

مشتاق جلوهٔ تو ندارد دماغ گل
این جا دل شکسته بیاد تو بو کنند

ز جیب زخم دل گل میکند شور جنون من
پر پرواز شهرت نام را نقش نگین باشد

تجاهل چون حباب از فهم هستی مفت جمعیت
تو می‌آئی برون مشکاف زنهار این معمارا

یار فت و ما چو نقش پابخاک افتاده ایم
سایه میگردید کاش این نارسا افتادگی

بشوخی آمد از بے دستگاهی احتیاج من
درازی کرد دست آخر زکوته آستینیها

جهان آئینهٔ وهم است و این طوطی نژادانش
نفس پرداز تقلید اند و میگویند اللهی

شکست آرزو زین پیش نتوان در گره بستن
گران جانی ز هر کس بر دل ما زد دل مارا

مرده هم فکر قیامت دارد
آرمیدن چقدر دشوار است

در رهت نارفته از خود هر طرف سرمیزنم
همچو مژگان بے خبردر آشیان پر میزنم

ز تنگی منفعل گردید دل ، آفاق پیدا شد
گہر از شرم کم ظرفی عرقها کرد و دریاشد

غبارم را خط نارسته پنهان داشت از یادش
بگرد خاطرش گردیدم اما دیر گردیدم

دریں غفلت سرا عرفان ماهم تازگی دارد
سراپا مغز دانش گشتن و چیزے نه فهمیدن

رباعی :

در عالم قدر ساده لوحی سند است
نادان بودن بآبروها بلد است
از عرض هنر وقار ما خفت شد
ایں آئینه از هجوم جوهر نمداست

رباعی :

زیں مدرسه یک عمر سبقها خواندیم
از هر بدو نیک زشت و زیبا خواندیم
حیرت آخر سواد ما روشن کرد
آئینه نوشتیم و تماشا خواندیم

عرصۀ آفاق جائے جلوۀ یک ناله نیست
نے گره از تنگی ایں بیشه پیدا میکند

مرزا عبدالقادر در خانۀ عزیزے رفته بودند و از دروا کردن صاحب خانه اندکے توقف شد ۔ او ایں بیت بر دراو از پیش رفتن نوشت :—

به محفلے که در آئینه رضا طلبی است
نفس درازی اظهار پاے بے ادبی است

شب که دل از پاس مطلب بادۂ در جام کرد
یک جهاں حسرت بطوفاں داد وآهش نام کرد

عشرت ما چوں نگاه از بس تنک سرمایه است
سایۂ مژگاں تواند صبح مارا شام کرد

حیرت آهنگم که میفهمد زباں راز من
گوش بر آئینه نه تا بشنوی آواز من

بچشم بسته خیال حضور حق بستن
اشارتیست که ایں جانگاه بینا نیست

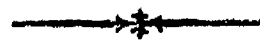
براهت مرده ام اما زیارت خانۂ ننگم
تومی آئی و من آسوده آتش در مزار من

ذوق آغوش دوئی در وصل نتواں یافتن
بیخبر مجنوں مالیلی شد و محمل نشد

رباعی : زاهد آنسوے فطرتت مردانند
در معبد شوق نیستی فردانند
یک ره خبر از کاغذ آتش زده گیر
تا سوختگاں چه سبحه میگردانند

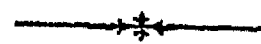
هر تیرہ درونے کہ حسد شاملِ اوست
بر تهمت پاکاں نظر باطل اوست

رو پنبہ بسقف خانہ آویز و بہ بیں
دودیکہ ز شمع سر کشد مائل اوست



آهنگ جلالی کہ بہس زیرِ شود
چوں وانگری جمال تاثیر شود

آں بادۂ شعلہ گوں کہ دارد خورشید
در ساغر ماہ چوں رسد شیر شود



مستزاد : دی باهم داشتند مستان آدب = بزم آرائی ۔

ساقی دل ومے شرم و قدح بستن لب = حیرت نائی

گفتم من بیدل بکہ دارم صحبت = بے رنج و نفاق

گفتند بشرط دل صاف از مطلب = با تنہائی

مستزاد : بیدل چند انکہ چشم وا باید کرد = بے ما مکشائے

مفت نگہیم سیر ما باید کرد = گو دیر میائے

مارا با خود غرور استغنائے است = کز تمکینش ۔

داماں توهم ز کف رها باید کرد = اے وائے اے وائے

رباعی : هرچند سریرت ز بلور یشم است
سنگے داند هر انکہ اورا چشم است

ایں مسند قاقم و سمور و سنجاب
در دیدۂ بوریا نشیناں پشم است

زاهد گوید که علم تقوی دین است
شیخ آئینه برکف که سلوک آئین است

دیوانهٔ ما برغم این بیخردان
عریان گردید و گفت مردی این است



مستزاد : عشاق اگر بے سر و بے پا باشند = مستان حق اند
در محو خیال زشت و زیبا باشند = حیران حق اند
زاهد تو نشاط والم خلد و جحیم = برما مفروش
هشدار که بیدلاں بهر جا باشند = مهمان حق اند

مستزاد : قومی که به گیرو دار نازاں باشند = مغروراند
جمعے که کنند کارو حیراں باشند = معذوراند
آں فرقه که با کمال اسباب غرور = سازند بعجز
یعنے چوں ما بخاک یکساں باشند = ماموراند

مستزاد : امروز طنین پشه داغم ساخت = هنگام سحر
کز ذره بصد تاملش بار شناخت = تفتیش نظر
گفتم چه قدر بکف پسندید قضا = در خلقت جسم
گفتا بارے که باید از دوش انداخت = کمتر بهتر

بریں رباعی خود مباهات می‌کنند ، و می‌فرمایند که بمن دادند

رباعی : هر چند طلب بصد فنون است ایں جا
دریوزهٔ دیدار جنون است ایں جا
از هیأت چشم و مژه غافل نه شوی
دستے دگر از کاسه برون است ایں جا



فقیر موافق [illegible] و دو رباعی متضمن نعت و مدح چهار یار و منقبت ائمهٔ معصومین علیهم السلام گفته مقبول و دل‌پسند جمیع سخنوران گشته بود ' بخدمت ایشان فرستاد تا بدانند که شعر بایں رتبه می‌باشد - ایشان نیز رباعی در جواب یک رباعی فقیر پیش فقیر فرستادند - هر دو نگاشته می‌آید ، انصاف بدست عزیزان است

سرخوش :

در فضل و کمال ذات احمد یکتا است
اسلام قوی ز یاری شیر خدا است

عین ایشان ' نتائج ایشانند
همچون دو الف که یازده زان پیدا است

بیدل :

آن چار خلیفه و رسول معبود
کز ابجد وضع شان عشر شد موجود

بی نقطهٔ شک بذات یکتاے نبی
چون جمع کنند یازده خواهد بود

فقیر رباعی دیگر بهمین مضمون گفته ' فرستاده ' و رباعی در منقبت چهار یار نیز :—

سر خوش :

و همی باشد ز ذات پاک احمد
تفریق دوازده امام امجد

کین جلوهٔ موجهاے دریاے صمد
چون سیزده است آشکارا ز احد

منه :

از چار خلیفهٔ رسول مختار
قائم شده چار رکن دین ابرار

دالے که بود آخر آحمد ، دال است
بر اثبات خلافت این هر چار

باشارهٔ میاں ناصر علی چند بیت ایشاں را بشوخی پیش مصرع رسانیده مطلع ساختم اگر چه ایشاں شنیده ناخوش شدند و از راه غیرتی که تلامذهٔ رحمانی را ، می‌باشد ، بد بردند ، اما یاران منصف پسندیدند - چنانچه ایشاں فرمودند :—

بیدل : بفرصتے نگہے آخر است تحصیلم
برات رنگم و بر گل نوشته اند مرا

سرخوش : ز بے‌ثباتی عشرت سرشته اند مرا
برات رنگم و بر گل نوشته اند مرا

بیدل : شخص پیری نفی هستی میکند هشیار باش
صورت قد دوتا آئینه ترکیب لا است

سرخوش : جلوه گاه نقش پیری تختهٔ مشق فنا است
صورت قد دوتا آئینهٔ ترکیب لا است

بیدل : عوارض کثرت اسم ایست ذات وحدت ما را
خلل در شخص یکتا نیست گر قامت دوتا گردد

سرخوش : دوئی کے ذات وحدت را بکثرت رهنما گردد
خلل در شخص یکتا نیست گر قامت دوتا گردد

بیدل : گل جام خود عبث بشکستن نمی‌دهد
صاف طرب بشیشهٔ رنگ پریده است

سرخوش : دست نشاط و دامن از خود رمیده است
صاف طرب بشیشهٔ رنگ پریده است

بیدل : بے تکلف مرگ هم آسان نمی‌آید بدست
از تماشاے دو عالم چشم باید دوختن

سرخوش : نیست از شمع اجل آسان نگاه افروختن
از تماشاے دو عالم چشم باید دوختن

حکایتے در مثنوی محیط اعظم بپانزده بیت تمام کرده بودند فقیر در رباعی بسته :—

مثنوی بیدل :

نصیحت‌گری وعظ آماده داشت
نفس گرمی حرمت باده داشت

که بر الفت می‌نیفشانده دست
خمار مئے وصل نتوان شکست

ببزم طرب دست ساغر نگیں
ندارد دعاے اجابت قریں

نخستیں کف از جام مے ساده کن
دگر خویش را رحمت آماده کن

بجوشید رندے که اے بے‌خبر!
ز حرفے که گفتی نبردی اثر

بمستاں ز تمهید انکار مے
عیاں گشت تعظیم اسرار مے

که تا جام مے در کف همت است
دلت هر چه خواهش کند خجلت است

دو عالم به چنگ و دعا خواستن
بساطیست از کوری آراستن

در فقرزن ، خواه شاهی طلب
ز مینا و جام انچه خواهی طلب

دمے کار زو شد ز مے کامیاب
دعاے دگر کو مشو مستجاب

ولے جاے رحمت اگر آگہی است
بدستے کہ از جام و مینا تہی است

رباعی سرخوش :

واعظ گفتا کہ نیست مقبول دعا
زاں دست کہ آلودہ بجام صہبا

رندی گفتا کہ تا بود جام بدست
دیگر بدعا کسے چہ خواہد ز خدا

از زبان میرزا محمد علی ماہر شنیدہ ام کہ زلالی حکایتے در دو بیت گفتہ بود کہ در صاحب سخنان مباہات میکرد کہ کار دستبستہ کردہ ام - و آں حکایت ایں است کہ :

" شب زمستاں یاراں در صحرا فرود آمدہ بودند - یکی ازینہا برخواستہ کہ آتش خاموش شدہ است ، چوب پیدا کردہ ، روشن کند - گذرش بگورستان می افتد ، تابوتے آنجا یافت ، بسر برداشتہ می آورد - یکی در راہ ازو پرسید : کہ مردہ است ؟ " گفت : آتش ! "

زلالی :

شبے رندے در ایام زمستاں
بسر تابوت می بردے شتاباں

یکے پرسید ازو ، کاے یار دلکش
کہ مردہ از عزیزاں گفت آتش

فقیر خلاصۂ کتاب منطق الطیر ، شیخ عطار را در رباعی بستہ وسواے آں چندیں مطالب صوفیہ عالیہ و حکایات غریبہ در رباعیہا بستہ ، در رسالۂ **رواتح** کہ در تتبع **لوائح**

مولوی جامی نوشته بتفصیل مرقوم است - چند رباعی بجهت استشهاد قول خویش ، چوں گواه صادق می آرد :—

سرخوش :

(۱)

سی مرغ ز شوق بال و پر بکشودند
در جستن سیمرغ هوا پیمودند
کردند شمار خویش چوں آخر کار
دیدند که سیمرغ همینها بودند

(۲)

دزدے شب تار کوبکو میگردید
از هیچ درے به مقصد دل نرسید
در خانه خویش رفت و کالا دزدید
چوں روز نظر کرد متاع خود دید

(۳)

شاهے پے یاد مرگ هر شام و سحر
میکرد بآگهی ، بتابوت نظر
چوں موے سفید دید روزے درویش
برداشت ز پیش چشم تابوت دگر

(۴)

کیری بپرسید برتن مرغ هوا
گفتا که شدت بسوے من راه نما
گفتا ز تو چیزیست بمن پیوسته
جنسیست که آں سوے تو شد بال کشا

رباعی بتوحید بعجب حسابی درست کرده ام :—

(٥)

باشی بسر حساب اگر ای همدم
وحدت نخورد ز جوش کثرت برهم

در هندسه نه را چو مضاعف سازی
هر چند که بشمری نه آید برقم

یعنی نه و نه هژده میشود ، که در هندسه است ، بدین صورت که هشت و یک است - باز نه ونه ونه بیست و هفت است که نیز نه است چرا که هفت و دو نه است بهمین دستور هر قدر کسے زیادتی بشمارد ، دیگر رباعیات نادر در محل خود قلمی خواهد شد -

۲۰ چندر بهان برهمن : طبع درست داشت ، شعر بطور قدما صاف و شسته میگفت - در هندوان غنیمت بود - دیوانے ترتیب داده - در انشا پردازی نیز سلیقه داشت - روزے از پیشگاه خلافت و جهانداری[3] باو حکم شعر خواندن شد - این بیت تازه گفته بود ، برخواند :—

مرا دلیست بکفر آشنا که چندین بار
بکعبه بردم و بازش برهمن آوردم

شاه جهان بادشاه دین پناه برآشفت و فرمود که " این بدبخت کافر سخت مرتد است ، بایدش کشت " افضل‌خان دیوان اعلیٰ بعرض مقدس رساند که این بیت شیخ سعدی مناسب حالش گفته ؛—

خرعیسی اگر بمکه رود
چون بیاید هنوز خر باشد

بادشاہ تبسم کرد ، بطرف دیگر مشغول شد واو را زود از دیوان خاص بیرون کردند - ایں بیت بنام او مشہور است :—

ببیں کرامت بت خانۂ مرا اے شیخ
کہ چوں خراب شود ، خانۂ خدا گردد

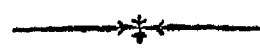
روزے مرزا محمد علی ماہر ازوے پرسیدند کہ '' ایں بیت از آشما است '' گفت : '' شاید گفتہ باشم '' بخاطرم نیست ، اما بتحقیق پیوست کہ از ہندوے دیگر است یک بیت او کہ ازادا خالی نیست ، نگاشتہ می آید :—

چہ اختلاط بارباب عقل شیدا را
بطور خود بگذارید لحظۂ مارا

۲۱ **بیخم بیراگی :** مردیست آزاد مشرب ، بمزاج* فقیر شنائی دارد - پیش فقیر مشق می گذراند :—

در فضاے عشق جاناں بوالہوس را بار نیست
ہر سرے شایستۂ سنگ و سزاے دار نیست

دل چو شد بیکار دست از کار باید داشتن
کار در بیکاری دل بود دیگر کارنیست



ہمچو صبح از جیب دل خورشید می آید بروں
وہ چہ جام است ایں کزو جمشید می آید بروں



مرا ابرو کمانے میکشد در بر ، ولے ترسم
کہ ایں در بر کشیدنہا چو ناوک دورم اندازد



مدہ از دست داماں یقیں وصل ار میسر نیست
کہ ایں مشاطہ ہم در خوبی از معشوق کمتر نیست

* نسـ بمذاق -

(ت)

۲۲ — **ملا علی رضا تجلی:** در زمان سعادت عنوان شاه جهان بادشاه از شیراز بهند آمده شاعر صاحب تلاش و خوش خیال بوده۔ در قصائد و غزلیات و مثنوی معراج الخیال معنی هاے تازه فکر کرده۔ این چند بیت ازو است :—

فغانم بے تو شبها دل خراشد مرغ و ماهی را
بچشم صبح چوں داغیست کانداژد سیاهی را

هجر جانسوز چه یک روزه چه صد * ساله یکیست
نقطه و دائرهٔ شعلهٔ جواله یکیست

در قطره قطره خونم پیکان آبدار است
چوں استخواں که پنهاں در دانهٔ انار است

بکوری بگذرد بے مهر رویش عید نو روزم
بود بے نور صبحم چوں بیاض چشم قربانی

بسکه دارد عضو عضوم روئے خواهش سوے دوست
پاے خواب آلوده ام در خواب بیند کوے دوست

بے تو در چشم ترم شورش جیحوں پیدا است
چوں رگ لعل، مرا هر مژه در خوں پیدا است

بسکه در مشت غبارم یاد رویش نقش بست
گردهٔ تصویر اوشد، هر کجا کردم نشست

* نسخه بدل: یک۔

بے تو برمن ماهتاب امشب شب دیگر شده است
نور شمعم چوں طلاے کشته خاکستر شده است

محبت شمع فانوس است کے پوشیده می‌ماند
غم او عاقبت در پرده رسوا میکند مارا

چکد بدامنم از دیده لخت دل با اشک
برنگ شعله که با روغن از چراغ چکد

مراهم مشرب تبخاله دارد روز و شب دوراں
بود گر سرنگوں جامم همان لبریز خوناب است

---

۲۳ — **محمد تقی** : از تازه گویان است یک بیت اوشنیده شده :—

مست نازی و سر خانه خرابی داری
از سر کوچهٔ ما میگذری خوش باشد

۲۴ — **عبداللطیف خاں تنها** : دیوان صوبهٔ پنجاب خواهرزادهٔ میرزا جلال اسیر۔ فکر اشعار بلند و طبع انشا پردازی رسا داشت این چند بیت ازو است :—

یارم به کنج میکده تنها نشاند و رفت
گفتم که من غبار تو دامن فشاند و رفت

بتے دارم که بر بالاے سرو همچو گلفامش
قبا چسپاں بود از بسکه شیرین است اندامش

خشکی زاهد شود از گریه رسوا بیشتر
می شود از بارش وی جوش سرما بیشتر

بے داغ عشق خون رود از چشم دل مرا
آید به گریه طفل چو خاموش شد چراغ

جز به کشتن نه شوند اهل جهاں صاف بهم
صیقل آئینه گرو صف جنگ است ایں جا



بلند از جور چشم او چو مژگاں گشت فریادش
ز خاموشی چو حال سرمه را آهسته پرسیدم

۱ — تشبیهی : یک بیت رسمی ازو بگوش خورده، قلمی میگردد ؛—

مست آں چناں خوش است که گوید بروز حشر
من کیستم، شماچه کسانید، ایں چه جا است

فقیر نیز گفته :—

مست آں چناں خوش است که هنگام روز حشر
چوں سرکشد ز خاک بگوید پیاله کو،



۲۶ — حافظ جهاں تلاش : سرگرم کار است، فکرش خالی از تلاش نیست :—

بسکه در خون تحیر غوطه زد اندیشه ام
چوں رگ یاقوت خوابیده است پاے ریشه ام

خانه زادان وفا را ناله میباید* مدام
شیون ایجاد است چینی ماتم فغفور را



* نه میباشد -

(ث)

۲۷ — میر مفاخر حسین **ثاقب** : عموی میر محمد زماں راسخ ۔ صاحب طبع بلند و ذهن رسا بود ۔ در سر هند سکونت داشت ۔ همان جا در گذشت :—

نیست پیدا سعی ما از عشق دامنگیر ما
گر بود آواز پا در نالۂ زنجیر ما

جز حدیث خود نه گنجد در دهان خود فروش
طوطیش را غیر خود چوں بسته در منقار نیست

غبار پرده ننشیند بسیما آفتابش را
که شوخیهاے رنگ از رخ بگرداند نقابش را

راه رو را رهنما افتادگیها میشود
هر کجا پائے بلغزد جاده پیدا میشود

ز بسکه طاعت آلوده با گناه کنیم
بسجده همچونگیں نامه را سیاه کنیم

قطع امید دهد قوت بازوی طلب
به پر ریخته پرواز تواں کرد ایں جا

ز دستگیری غربت بپا است جلوۂ من
چو موج ریگ رواں کرد راه خویشتنم

روزگار عمر همت گرد در چشم سیاه
پر غبار از دامن افشانده شد کاشانه ام

اشک چشم سرمه آلودم درین سر گشتگی
شام غربت میبرم با خویش هرجا میروم

نبودم غافل از نازے که لطف آموخت آں خور را
بخون من اشارت کرد و بے چیں ساخت ابرو را

ز کار بسته کنم راه مدعا پیدا
سر کلاوه * شود زیں گره مرا پیدا

ہم نشاط غم عشق گرم چارۂ ما است
صدائے قہقہہ ما آه پاره پاره ما است

* یعنی گو گری

(ج)

۲۸ — **جهانگیر بادشاه :** با وجود مستی و بے پروائی ، و شغل جهان بانی و فرمانروائی ، گاه گاه بحسب تکلیف وقت زبان الهام بیان را بگفتن شاه بیتے و رباعی و مصرع رنگیں گلفشاں میکرد ـ طبع عالی متعالی دشوار پسند ، خورده گیرو دقت آفرینی بحدے داشت که گویند روزے شاعری قصیدهٔ در مدح آں بادشاه جم جاه گفته آورد **مصرع :** اے تاج دولت بر سرت از ابتدا تا انتہا ـ

فرمودند که از وزن تقطیع شعر خبر داری ؟ گفت : ندارم ـ بر زبان مبارک راند که اگر " عروضی می‌بودی ، گردنت بزدم! " شاعر بخود در ماند که ایاچه واقع شد ـ بیشتر طلبیده فرمود : " ایں مصرع را چوں تقطیع کنند ،چنیں بوزن می‌آید : اے تاج دو = مستفعلن * لت بر سرت = مستفعلن از ابتدا = مستفعلن ، تا انتہا = مستفعلن ـ ایں قباحت دارد ـ صاحب سخن را می‌باید که از جمیع عیوب شعر خبردار باشد ـ خان خانان

ایں غزل ملا جامی طرح کرده بود **مصرع :**

بهریک گل منت ‡ صد خار می‌باید کشید

بندگان حضرت در باغی بزم آرائے نشاط بودند ـ هوائے ابر تکلیف پیاله نوشی میکرد ، ایں مطلع بدیهه بر زبان راندند :—

جام مے را بر رخ گلزار می‌باید کشید
ابر بسیار است و مے بسیار می‌باید کشید

---

* نسـ مفعلتها

‡ نسـ منت

این دو رباعی نیز از زبان محمّد علی ماهر شنیده ام که از

زادهای طبع مبارک است۔ **رباعی :**

(۱)

اے آنکه غم زمانه پاکت خورده
اندوه دل وسوسه ناکت خورده

مانندهٔ قطرهاے باران بزمین
جاگرم نه کردهٔ که خاکت خورده

(۲)

هر کس بضمیر خود صفا خواهد داد
آئینهٔ خویش را جلا خواهد داد

هر جا که شکسته بود دستش گیر
بشنو که همین کاسه صدا خواهد داد

وقتے ماه نوعید رمضان را دیده از غایت شوق شراب این

مصرع فرمودند مصرع :

هلال عید بدور شفق هویدا شد۔

خدر محلی نور جهان بیگم که او نیز طبع موزون داشت این مصرع رساند :

کلید میکده گم گشته بود ، پیدا شد۔

بادشاه تحسین ها کرد۔ الحق خوب مصرع رساند۔ روزی بادشاه

پیراهنے با تکمهٔ لعل پوشیده بود ، بیگم فرمود :—

ترا نه تکمهٔ لعل است بر لباس حریر
شده است قطرهٔ خون منت گریبان گیر

غرض عهد جهانگیری عجیب عهد بود عیش و عشرت در عالم

بدرجهٔ کمال ، هر کسے خاطر جمعی داشته ، فراغ بالی عالی متعالی

در همه ادانی و اعالی اثر کرده مرفه و آسوده حال بسر می بردند۔

روزے در شکار گاہ آھوے بسیار صید کردند ۔ دریں اثنا یوز خاصہ

آھوے سیاہ را افگند ، از فرط خوش حالی بر زبان مبارک رفت : مصرع :

چیتۂ بادشاہ زد کالہ

یعنی یوز پادشاہ آھوے سیاہ افگند ۔ ابو طالب کلیم حاضر بود مصرع دیگر

رساند مصرع

گشت صحرا ز خوں پراز لالہ ۔

پنج ہزار روپیہ از بہلۂ خاص ھماں جا انعام شد ۔ سبحان اللہ

چہ زمانہ و ھمتہا بود ۔ اکنوں اگر آسمان را بزمین دوزند ، فائدہ نہ دارد :—

بران گروہ بباید گریست کز پس ما
حکایت کرم روزگار ما گویند

مناسب خوان حاضر جواب ایں عصر مثل تربیت خاں می باید ۔

نقل میکنند کہ روزے شاہ جہاں پادشاہ دم صبح بر کنار دریا شکار میکردند ۔

بخار تر از دریا برآمد کہ آں را بزبان ھندی کہر گویند ۔ تمام روے

ھوا را فرو گرفت ۔ بادشاہ از روے نشاط فرمودند : کسے مناسب

ایں حال بیتے یاد دارد ؟ تربیت خاں عرض کردہ :—

قدم نا مبارک مسعود
گر بدریا رود برآرد دود

یکی از صاحب ھمتاں زمانہ ما بخشی الملک ھمت خاں بود ۔ فقیر

مدتے خدمت کردہ ساقی نامہ و چند مثنوی در مدح ایشاں گفتہ

یک روز سر مجلسے فرمودند یک چو بدار رفتہ ، خانۂ مرزا سرخوش

دیدہ بیاید رو بمن کردہ فرمودند کہ : یک دست خلعت

ویک راس اسپ برائے شما علحدہ کردہ ام ۔ میفرستم

دیگر روز تغافل زدند - فقیر چند روز انتظار کشید - آخر معلوم شد که قول آں ترک را بکار بردند .* که شاعرے در مدحش قصیده گفت و سر مجلس ترک شنیده محظوظ شده گفت : فردابیا ، چند من گندم صلهٔ ایں بتو میدهم - شاعر خوش حال شده علی‌الصباح بار بردار و جوال وریسمان برائے غله حاضر کرد - ترک بیدماغ از خواب بر خاسته بیروں آمد شاعر گفت : بموجب فرموده بار بردار و جوال وریسماں‌ها برائے غله حاضر آورده ام ، امید وار عنایتم ،، ترک گفت : عجب مردابله بودهٔ - تودی روز حرفے گفتی ، مرا خوش آمد - من نیز حرفے گفتم ترا خوش آمده - خرو جوال و ریسمان چه دخل دارد -

دیگر از کریماں عصر ما خواجه بختاور خانجیو بودند - سرائے نزدیک دهلی آباد کردند - بختا ور نگر نامش نهادند - جمیع صاحب طبعاں پاے تخت تاریخ آں گفتند - از هیچ کس پسند نیفتاد - فقیر تاریخی خاطر خواه ایشاں گفت - از بادشاه تا امرائے عظام هرکه شنید خوش گردید - هماں تاریخ بر دروازهٔ سرا نوشتند :—

در همایوں عهد عالم گیر شاه
زیب تاج و تخت فخر دین و داد

بهر تعمیر سرائے دلکشا
خان بختاور کف همت کشاد

روے نقش از مسجد و گلشن فزود
آبروے دیگر از تالاب داد

چوں شد ایں معمورهٔ دلکش بنا
عقل بختاورنگر نامش نهاد

---

* بکار فرمودند -

خواست طبع سرخوش جام سخن
سال اتمامش ز فیض بامداد

شاد و خرم زو بر آمد راه رو
گفت : بختاورنگر آباد باد

روزے از راه خوش طبعی گفتم که انچه بریں سرا خرچ شده ربع آں را خود البته سزاوارم که بیابم، فرمودند، مطلب از ساختن رباط و سرا نام است که تا مدتے در عالم باشد - زر را ما خرچ کردیم، و در نام ما و شما هردو شر یکیم - نصف زر از شما باید گرفت'' فقیر سر فرو افگندم و گفتم : راست میفرمائید، باوجود ایں همه بے فیضی و نا منفعتی بعد فوتش تاریخش هم گفتم :—

دریغ از جهاں بختورخاں گذشت
نماند آب در گلستان سخن

خرد خواست تاریخ فوتش ز دل
بگفتا که'' کو قدردان سخن''

ایں قصه بآں میماند که شاعری در مدح دولت مندے قصیدة گفته گزرانید - روے ترشح نه دید - بعد از چند روز مثنوی بنام او گفته گزرانید - هیچ التفات بر حالش نکرد - باز قطعة مشتمل بر احوال خود گزرانید - چیزے بوے نه داد - باز آمده بر آستانش نشست - آں دولت‌مند گفت : ''قصیدة گفتی چیزی ندادم مثنوی گفتی چیزی ندادم ، حالا بچه امید بر در خانة من نشستة'' شاعر گفت : نشسته ام که بمیری و مرثیه ات نیز بگویم''

روزے رباعی بدیں صنعت و خوبی گزراندم :—

اے نام خوشت نقش ضمیر سرخوش
مدح تو همیشه دلپذیر سرخوش

دست از حالش مدار چوں همعدد است
بختاورخاں و دستگیر سرخوش

شنیده فرمودند که ایں از اتفاقاتست - چوں ایں رباعی گذراندم

محظوظ شدند :—

اے باطن تو ز راز شاهی آگاه
بختاوری از بام تو روشن چوں ماه

تو پیرو شاه ، شه بود پیرو حق
شه سایهٔ کردگار تو سایهٔ شاه

فرمودند : " بیک واسطه ماراهم سایهٔ الهٰی گفتهٔ ' بر بیاض ما بخط

خود بنویس" نوشته دادم ۔

۲۹ — **آصف خاں جعفر :** از امرائے جهانگیر بود ۔ ایں بیت

از "خسرو شیریں" اوست :—

ز شوق انچه آں جا دید فرهاد
مرا اینجا قلم از دست افتاد

۳۰ — **آقا نجف قلی جرأت :** طبع درست داشت ایں

بیت ازوست :—

انجم افروز شب از نالهٔ جانکاه منست
آسماں کاغذ آتش‌زدهٔ آه منست

۳۱ — **میر عبدالرحیم چیپشی** : شاگرد ملا حاکی* ست - مرزا محمد علی ماهر و او هر دو باهم پیش ملاے مذکور مشق میگذرانددند - این بیت ازو مشهور و مقبول است :—

کسی که دل ز تو گیرد کجا نگه دارد
من و دل از تو گرفتن خدا نگه دارد

۳۲ — **محمد ایوب جودت** : جوان خوش فکرو صاحب تلاش است حدت طبع و قوت حافظه بحدی داشت که هرچه گفته بر زبانش ازبر است :—

———

چه غم از دست برد ناله دارد داغ هجرانم
چو طاؤس آفت از صر صر نبا شد در چراغانم

———

هنر را آنقدر الفت بچشم ناتوانم شد
که جوهردار چوں دندان ماهی استخوانم شد

———

کیست کز جادهٔ چاک جگر آگاه بود
ورنه تا دوست رسیدن چه قدر راه بود

———

ز رفعت بیشتر باشد صلابت خاکساران را
ز بالا سوی پستی هر که می‌بیند هراس آید

———

مردان ازیں بیابان رفتند لنگ لنگان
بنگر که پای چوبین منصور را ز دار است

---

* نسـ حالی و جامی-

دلی دارم که دارد خار خار از یاد گیسویش
برنگ خار ماهی شانه می‌روید ز پهلویش



نه تنها زلف او دارد گره در خاطر از عاشق
که بر گردیده از من همچو مژگان هر سرمویش

بزرگان را بود اسباب شهرت مایهٔ نقصان
بچشم ماه نو در شیشهٔ افلاک مو باشد



(ح)

۳۳ — **حکیم حاذق** : از امرای معتبر بود ، دیوانی ضخیم ترتیب داده اشعارش راست بر است بطرز قدما است - این بیت او خالی از دردی نیست :-

دلم بهیچ تسلی نمی‌شود حاذق
بهار دیدم و گل دیدم و خزان دیدم

گویند روزی پیش ملا شیدا این مطلع بر خواند :—

بلبل از گل بگذرد گر در چمن بیند مرا
بت پرستی کی کند ، گر برهمن بیند مرا

شیدا گفت : ظاهراً این شعر را صاحب در عالم امردی فرموده باشند ، حکیم در غضب شد ، شیدا را فرمود که در حوض غوطه‌ها دادند - حسن مطلعش هم بدین نوعست :—

در سخن پنهان شدم مانند بو در برگ گل
هر که دارد میل دیدن درسخن بیند مرا

نموده فاش بدانسان که گوشها نه شنید
سکوت من سخن نا رسیده بر لب را

۳۴ — **محمد حسین مشهدی** : خوش زبان بوده - این دو بیت او از میر معز شنیده ام :—

یاقوت با لب تو دم از رنگ میزند
این خون گرفته بین که چه بر سنگ* میزند

از تو تا دوست یک نفس راه است
تو حبابی و بحر الله است

---

* نسخه نیرنگ

۳۰ — **میر حشمتی** : در اکبر آباد یک شب باو ے اتفاق صحبت افتاده ۔ باشیدا یار بوده ، دیوانے مختصر بطرز قدیم ترتیب داده ، چند شعر معنی دارهم دارد ۔ یک بیتش اندک با مزه است :—

موے سر کردم سفید و هیچ کارم سر نشد
دست و پاے میزنم اکنوں که آب از سرگذشت

میرمی گفت : شیدا تلاش بستن الفاظ غیر متعارف بسیار داشت ۔ روزے بمن گفت : میر : تو در شعر جاے شکسته بند آورده ، گفتم : گردن شما بشکنند تا شکسته بند بیارم ۔ این بیت در نعت و منقبت فقیر گفته بود ، و شهرت داشت :—

محمد یکی باعلی ولیست
چو یک کس که نامش محمدعلیست

میرزا بیدل شبے بفقیر فرمود که من این را بنام میرحشمتی شنیده ام گفتم : توارد شده باشد ، من از دعوی دست برداشتم ، هر دو داخل ثواب شدیم ''

در اوائل مشق بسن یازده* سالگی مطلعی گفته بودم :—

بر چشم اوخطے نه زابرو کشیده اند
مدے بود که برسر آهو کشیده اند

یاراں از دیوان فیضی مصرع آخر بعنس برآوردند :—

بالاے چشم ابروی مشکین آں غزال
مدے بود که برسر آهو کشیده اند

و فقیر ازیں بیت خاقانی بفکر این قسم معنی افتاده بود که گفته :—

اطاقه بفرق شه کامیاب
چو مد الف برسر آفتاب

---

* نه پانزده

۳٦ **حقیقتی :** در گجرات بسر می‌برد ، طبعی درست داشت مطلعی گفته :—

در حقیقت دگری نیست خدائیم همه
لیکن از گردش یک نقطه جدائیم همه

یاران در جوابش فکرها کردند ۔ یارے محمد فاروق بیتے رساند :—

قطره بگریست که از بحر جدائیم همه
بحربہ قطره بخندید که مائیم همه

روزے مست بخانه در آمد که آنجا گذر پریان بود شیشه سبز پر از شراب ارغوانی دردست داشت ۔ نظر بران کرده گفت مصرع :—

چه رنگ است این چه رنگست این چه رنگست

از گوشهٔ خانه که آنجا هیچ کس نبود آواز بر آمد مصرع :—

به مینائے زمردگوں مئے لعل

چنانچه همه حاضران بشنیدند ۔

۳۷ — **شیخ محمود حیران :** میخواست که بتقلید ناصر علی راه برود ، راه اصلی را هم گم کرده حیرانست :—

آهو شنیده ایم و ندیدیم جز رمی
نقش جهاں بگردش چشم که بسته اند



امشب که بزم بے تورخ دل طپیده است
نور چراغ گردهٔ رنگ پریده است



ره میبرد بگوش نگه چوں صدائے چاک
چشم جهاں ز شوق که جیب دریده است

به نیرنگی دل صد داغ من گردید پامالش
که رقصد صد چمن ، طاؤس نقش پا بدنبالش

بخلوت خانهٔ دل رفت و پیدا کرد عالم را
درین آئینه خود بنشست وبیرون ماند تمثالش

آن نهال شعله پروردم که ذوق سوختن
چون رگ یاقوت در آتش دواند ریشه ام

(خ)

۳۸ — محمد ابراهیم اصالت خاں خلیل تخلص:

طبع درست داشت - با فقیر هم صحبت بود :—

قطرهٔ خورشید را حکم چکیدن دهم
تشنهٔ لب عشق را ذوق چشیدن دهم

عشق پیش از تیغ تیزی کرده است
بے قیامت رستخیزی کرده است

روزے نجابت خاں برادر کلانش در مکتوب خود ایں بیت با و نوشت :—

دو نعمت است که بالا ترین نعمتها است
شراب خوردن و بر پاے یار غلطیدن

فقیر را طلبید، رفتم، دیدم که مست شراب است - بر روے سبزهٔ تر می‌غلطد - مرادید، و گفت : جواب ایں بیت زود بگوئید که به برادر عزیز بر نگارم - فقیر نظر بر حال مستی و بر روے سبزه غلطیدن او کرده، بدیه گفت :—

خوش است جام مئے ناب با تو نوشیدن
چو گل شگفتن و بر روے سبزه غلطیدن

بغافلان طرب، برق چشمکے زد و گفت
بروں نجسته ز خود ناخوش است خندیدن

یک از فواید عزلت خود ایں سر دست است
که پا شکسته نیارد پیاده گردیدن

۳۹ — **مرزا خلیل:** جوان قابل بود، منشی طبیعت، چندے در ملازمت نواب زیب النسا بیگم خلف عالمگیر شاه شرف اندوزی داشت، ” زیب‌المنشآت ،، را که تالیف بیگم بود، ترتیب می‌داد، با حکیم صاحب یار و مصاحب بود - از زاد هاے طبع اوست -

حاجت بگفتگوے ندارد بیان ما
سوزد چو شمع بر سر حرفی زبان ما

سامان تو بهار بایں تازگی کجا است
رنگ شکسته ریخته دارد خزان ما

براے خاطر مجنوں بہشت زندان است
هوا یکیست اگر خانۂ گریبانست

غم وطن نبود در دل مسافر عشق
بچشم او چو رسد سرمه در صفاهانست

پیرانه سر مخور می گفتم دگر تو دانی
در ماهتاب منشیں با خرقۂ کتانی

شبے فقیر در خواب می بیند که مردے بزرگ عصا زیر زنخ ایستاده است ۔ خلیل مذکور فقیر را ملازمت او میکناند و می‌گوید : "حضرت مرتضیٰ علی اند" من دویده، سر در قدم مبارکش میگذارم ۔ دست بر پشت من زده، سر مرا برداشته فرمودند که " سر خوش ! همچو تو شاعر در عهد تو کسے نخواهد بود" فقیر مدتے در تردد بود که قول شاه ولایت چنین است، حال آنکه همچو من در عصر من اکثر اعزه هستند ۔ مرزا محمد ککهر که صاحب کمال و اهل الله بود، گفت که " تو هم شاعری و هم عارف" صاحب دو صفت کمالی :—

" قرنها باید که تا یک کود کے از راه عقل
عارف کامل شود، یا شاعر شیریں سخن"

مرزا بیدل گفت : " شاعری عبارت از معنی تازه یا بیست همچو صاحب تلاش، مضمون یاب در عهد تو کجا است :—

۴۰ — **خالص** : در عهد عالمگیر شاهی از ولایت بهند آمده، باطراف دکن اکثر گزرانیده. دیوانے مختصر با قصائد بطرز قدما دارد. این بیت او در ترانها میخوانند، میدانستم که از امیر خسرو است. در دیوان او تمام غزل یافتم :—

غبار راه گشتم، سرمه گشتم، توتیا گشتم
بچندین رنگ گشتم تا بچشمش آشنا گشتم

بهر صورت که گردیدم نبردم راه در کویش
نواے بلبل و بوے گل و بادصبا گشتم

رقیبا ! من نمیگویم گل و باغ و بهار از من
بهار از تو گل از تو، هر دوعالم از تو، یار از من

مرا اے باغبان از داغ دل برگ و نوا باشد
چمن از تو گل از تو بلبل از تو لاله زار از من

۴۱ — **مرزا خلقی** : خوش سخن بوده. یک بیت او از میر معز استماع افتاده :—

رسید بر سر بالین بوقت نزعم یار
چراغ زندگیم، شام مرگ روشن شد

۴۲ — **قاسم خازن** : یک دو مرتبه او را در قهوه خانه دیده ام. بسیار بر خود مغرور بود ابتذال در شعر هرکس بر می‌آورد. گمانش این بود که معنی نابسته در عالم نمانده. فقیر چند شعر خود خوانده گفتم : ابتذال بر آر ! در مانده و تحسین ها کرد. شاعر پخته بود، ازوست :—

نگاهم را بدام افتاده عکس شعله پردازی
خوش اے هم نفس یکدم که در صید پریزادم

(د)

۴۳ — میرزا رضی **دانش** : در عهد شاه جهاں بادشاه بهند آمده۔ هنگامۀ سخن وری را گرم داشته، بسیار شیریں گوی، معنی یاب بوده۔ دارا شکوه ایں بیتش را خوش کرده طرح نموده :—

تاک را سیراب کن اے ابرنیساں در بهار
قطره تامے می‌تواند شد، چرا گوهر شود

هرکس موافق طبع خود تلاشے کرده - پادشاه زاده نیز بیتے رسانده :—

سلطنت سهل است، خود را آشنائے فقر کن
قطره تا دریا تواند شد چرا گوهر شود



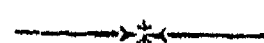
رفتی و از اشک بلبل بر چمن طوفاں گذشت
روز بر گل چوں چراغاں شب باراں گذشت



شکسته شیشه و می ریخته است، دل تنگم
ببال برگ خزاں دیده می‌پرد رنگم



دراں وادی که من می‌باشم آبادی‌نمی باشد
سیاهی میکند از دور کاهے چشم آهوے



همچو دزدے که بباغ از گذر آب رود
از رگ تاک بمیخانه رهے* پیدا کن

* نـه گـذر

باغ را از رخنهٔ دیوار می‌بینم مباد
باغبان تا در کشاید ، موسم گل بگذرد

برسرم آمد ولے بسیار زود از من گذشت
دولت تیرے کہ میگویند شهشیر تو بود

تو چوں سیل آمدی مستانه رفتی
چو صحرا سینهٔ چاکے بما ماند

نشان آب حیاتم چه میدهی اے خضر
کجا است سرمهٔ از دیدها نهاں گشتن

فرصتے خواهم کہ امشب با تو بزم آرا شوم
میکنم تا شمع روشن ، صبح روشن میشود

لب تشنهٔ تیغم بگو قاتل مارا
کو آب کہ شیرینی جاں زد دل مارا

کسے در عاشقی هم پیشه را چوں من نمی‌خواهد
خورم گر آب شیرینی بیادم کوهکن آید

چوں سر زلفش بدستم اُفتد از خود میروم
همچو طفلاں اول شب خواب می گیرد مرا

روز وصل تو گم کنم خود را
نو بدولت رسیده را مانم

۴۴ - محمّد رفیع **دستور** : در عهد جهانگیر در گذشته در سخن وری دستورالعمل بود :—

اے درد تو امر قریں ، قریں راچہ کنم
دیں پردۂ روی تست دیں را چہ کنم

ز اندیشۂ غیر توتہی سازم دل
فکر تو حجاب تست ایں را چہ کنم



از بہر شہود عکس آں مہر منیر
گزوے شدہ حسن دلبری عالمگیر

عالم ہمہ آئینہ و انسان دروے
جائیست ز آئینہ کہ شد عکس پذیر

۳۰ ـ **ملا دانا** در معنی یابی تلاشی داشت ـ منشی منش بود ایں چند شعر ازوست :—

در عشق ابلہی ست بہ تقلید گفتگوی
ایں راہ را چو سایہ بپاے کسان مپوی

بر بند سنگ بر شکم از فاقہ چوں گہر
بفروش خویش را و نگہدار آبرو

اضطراب اندر سخن عیب است دانا چوں ہلال
مصرع بر جستہ باید گوپس از ماهی رسد



(ذ)

۴۶ ـ محمد امین **ذوقی** صاحب فکر است ـ این بیت او بنظر در آمده :—

گناهم را عذابے باید از دوزخ فزون ترسم
که سوزندم بداغ هجر فردائے قیامت هم

(ر)

۴۷ — عبدالرحیم خان خانان ، رحیم تخلص : از امرائے عمدہ و خوانین عظام اکبری و جهانگیر شاهی بوده - در شجاعت و ملک‌گیری یگانه ، و در سخاوت و بخشش حاتم زمانه - چنانچه تفصیل مداحان و بخشش او در کتاب " ماثر رحیمی " که بنام او میر عبدالباقی تالیف نموده مشروحاً ایراد یافته است - شیخ فیضی راست :—

خان خانان عهد کانعامش
طبع را رخصت شگفتن داد

داشت چون اعتماد بر شعرا
صله پیش از مدیح گفتن داد

ملا تقی‌الدین شوستری ، غیوری این رباعی در مدحش گفته

خان خانان سر ملائک را تاج
آوازه اش از نسیم گل گیرد باج

هرگه که بتخت معدلت بنیشند
موسی است بطور و مصطفے بر معراج

صاحب سخنانے که دراں عصر بودند ، همه بمدح و ثنائے آں سپه سالار بخت جواں رطب اللسان بوده اند - باد فروشاں * در اشعار زبان هندی مبالغه‌ها از حد گذرانده بصلات و انعامات لائقه مفتخر و مباهی گشته اند

گویند ملانوعی که یکے از مداحان آں خدیو کشورکشا بوده ، قصائد و ساقی نامه در مدحش گفته ، مکرر به بخششهائے گرامی ممتاز گشته -

---

* باد فروش یعنی خوشامد گو و لاف زن ، در هندوستان لقب قومی که اں را بهاٹ گویند و باد هواں نیز نامند (غیاث)

یک دفعه بجائزۂ ده هزار روپیه و خلعت خاصه و یک زنجیر فیل و اسپ۔ عراقی سر بلندی یافته۔ چنانچه ملا رسمی گوید قطعه :—

ز نعمت تو بنوعی رسید آں مایه
که یافت میر معزی ز دولت سنجر

ز گلبن املش صد چمن گل امید
شگفت تاکه بمدح تو شد زباں آور

عرفی و نظیری وحسین ثنائی و غیرهم همه از دولتش نهال بوده اند - گاه گاه خود نیز طبع آزمائی میکرد معنی کلام الملوک ملوک الکلام' از عبارتش واضح ولائح است - من اشعاره :—

شمار شوق ندانسته‌ام که تا چند است
جز ایں قدر که دلم سخت آرزومند آست

نه دانه دانم و نے دام ایں قدر دانم
که پاے تا به سرم هرچه هست در بند است

نیم فضول که جویم وصال همچو توئی
کجا * ست همچو منے را خیال همچو توئی

در قصۂ عشق مرد نا گویا به
اندیشۂ عشق و خون دل یکجا به

تا قدر وصال دوست ظاهر گردد
همچو شب قدر وصل نا پیدا به

نقل چند از سخاوت و احسان و فراست و فهمیدگی و دقیقه یابی آن سپه سالار بخت جواں بجهت یادگار قلمی میگردد

گویند برهمنے بے برگ و نوا بدست یکے از مقربان معروض داشت که ''من و تو هم زلفیم چرا از حال من چنیں غافلی ؟ ''

---

* نه بس

نواب شنیده ' او را طلب کرده به پهلوے خود نشاند و تفقد احوالش نمود در وقت رخصت نقد و جنس آن قدر داد که ازورطهٔ افلاس بر آمد ۔ مصاحبان پرسیدند که ''ایں هندو چگونه نسبت هم زلفی بنواب داشت؟ '' فرمود که : سنپدا و بپتا هر دو خواهرانند ۔ سنپدا که عبارت از تونگری باشد ' در عقدمنست ۔ و بپتا که معنیش ۔ مفلسی باشد در حبالهٔ اوست ۔

حکایت جهانگیر بادشاه بادفروشی را بسبب تقصیرے فرمود که زیرپاے فیل اندازند ۔ باد فروش فریاد بر آورد که '' من ضعیف و حقیر چه لائق پاے فیلم ' مرا در پاے صعوه و کنجشکے و بلبلے باید انداخت ۔ قابل پاے فیل انداختن خان خانان است '' بادشاه تبسم فرمود و از سر قتلش در گذشت ۔ سپه سالار چوں ایں سخن بشنید ' چند هزار روپیه انعام بخانه اش فرستاد ۔

روزی سپه سالار طعام می خورد ' خدمت گارے بر سرش مگس رانی میکرد ' بگریه در آمد پرسید که '' چرا گریه میکنی ؟ '' عرض کرد که : از انقلاب زمانه فرمودند که : تو چه کسی و پسر کیستی ؟ گفت : فلاں خاں بن فلان خان ۔ نواب بر سبیل امتحان پرسیدکه اگر دولت مند زادهٔ بگو در مرغ کدام چیز لذیذ تر می‌شود ؟ گفت : پوست مرغ نواب جوهر شناس فرمود که دستهاے او بشویند ۔ برابر خود بر سفره نشاند و در صدد احوال پردازیش شد ۔ در اندک زمانے بپایهٔ دولت و امارت رساند ۔ بعد از چندگاه خدمت گار دیگر

از راه تقلید بگریست ـ نواب استفسار حالش نیز نمود ـ همان طور تقریر کرد ـ فرمود اگر صادقی ! بگو در گاو کدام چیز لذیذ تر است ؟ مقلد احمق گفت : پوست گاو ! نواب خندید و او را هم از فضل و کرم محروم نداشت ـ

گویند که بحکم جهانگیر بادشاه ' بتقریبے مهابت خاں ' نواب را در قید داشت ـ سر هاے دو پسران رشید ایشاں را بریده در خوانی نهاده ' خوان پوش انداخته فرستاد ـ بتلاوت قرآن مجید مشغول بود ـ خوان آورده پیش نظر گذاشتند ـ پرسید که " چه چیز است ؟ " آرنده عرض کرد که نواب مهابت خاں براے صاحب تربزها فرستاده ـ چوں سر خوان واکردند سر هاے پسران خود دید ـ تبسم کرد و گفت : مهابت خاں براے ما تربزهاے مشهدی فرستاده "

گویند روزے با راجه مان سنگه نرد بازی میکرد ـ باهم شرط بستند که هر که بازی بازد ' آوازمیش کند قضارا نواب بازی باخت ـ از جا برخاست و عزم رفتن محل کرد ـ راجه دامن گرفت که شرط باید بجا آورد ـ فرمود : " می‌آیم " ـ دریں لفظ اداے آواز میش کرد ـ

گویند که مصورے تصویرزنی غسل کرده نشسته ـ و کنیزی بر کف پاے او سنگ پامیزند ـ کشیده در سر سواری گذرانید ـ یک نظر دیده بر بالش پالکی گذاشته در دیوان خاص پادشاهی رفت ـ وقت مراجعت صورت گر خود را نمودار ساخته

فرمود که پانصد روپیه بایں بدهند - مصور عرض کرد که تصویر من از پنج روپیه زیاده نمی آرزد - اما صنعتے دریں کرده ام ' اگر نواب واقف شده داد کارمن بدهد ' میگیرم - فرمود : صنعت همین است که در وقت سنگپا زدن خارشی خوش آینده درپا میشود ' و اثر آن در چهرهٔ ایں تصویر نمایاں گردد - مصور گرد پالکی آں دقیقه یاب گردید -

گویند درویشے ملکی در پرگنهٔ از جاگیر نواب مدد معاش داشت - عامل آنجا سند مجدّد ازو درخواست نمود - درویش بخدمت نواب آمده عرض حال کرد - بمنشی امر شد پروانه بدهد - مجلس سرود گرم بود - درویش را وجد وحال دست داد - چرخها میزد - هر گاه از پیش نواب میگذشت ' میگفت : پروانه نوشتند - نواب بمنشی تاکید میکرد - هر گاه گذر بر نواب می‌افتاد ' از پروانه و مهر کردنش می‌پرسید تا آں که نویسانیده ' مهر نموده بدستش دادند - بر سر گذاشته رقصها کرد - چوں مجلس تمام شد - درویش مرخص گشت - مصاحباں بخنده در آمدند که عجب صوفی طاماتی بود - صوفی در وجد وحال باید بیخبر و مدهوش باشد - نواب گفت : کامل‌الحال بود - چوں خطرهٔ پروانه بگرد شمع خاطرش میگشت - برائے رفع آں سعی داشت که زود حاصل شود -

گویند باد فروشے بزبان هندی کبتے یعنی شعرے در مدحش گفته آورده - مضمونش آنکه جفت سرخاب که روز واصل و شب از هم جدا می‌باشد - نربا ماده می گوید که " وقت آں رسیده بشب

که درمیان من و تو پردهٔ مفارقت می‌اندازد ، از عالم برطرف شود ، ما را وصال دائمی میسر آید - ماده گفت : چگونه ؟ گفت : نواب خان خانان جواد دست به بخشش و بذل کشاده، از خزائن تمام عالم بخشیده بکوه سمیر می‌اندازد زرش را نیز بغارت میدهد شب که آفتاب در پس آن پنهان می‌شود نمی‌تواند شد - در عالم همیشه روز خواهد بود - و ما باهم یک جا خواهیم بود :—

مقرر اهل هند است که سمیر کوهست از طلا ، و محیط ست بکرهٔ زمین ، بحساب آنها هر روز آفتاب ازاُفق آن سر بر میزند - و هم در پس آن غروب میکند - نواب گنج بخش فرمود که ''تو چند سالهٔ ؟ '' - عرض کرد که ''سی و پنجساله ام '' گفت عمر آدمی چند است ؟ گفتند نهایت صد سال فرمود که ''سی و پنجسال وضع نموده ، شصت و پنجساله طلب بحساب پنج روپیه یومیه شمار کرده بدهند که در عمر باقی محتاج کسی نماند '' -

۴۸ — **عاقل خان رازی :** در عنفوان جوانی مشق شعر راست براست بطور قدما بسیار کرده کتاب ''مرقع'' در زمین مثنوی مولوی بتقلید عارفان گفته - بیشتر رسالهٔ أمواج خوبی ، بنظم در آورده - چند تصنیف دیگر هم دارد - این دو بیت ازو مشهور است :—

عشق که آسان نمود ، آه چه دشوار بود
هجر که دشوار بود ، یار چه آسان گرفت



تنها نشسته ایم و طلب گار چون خودیم
مکتوب اشتیاق بعنقا نوشته ایم

۴۹ — **میرزا احسن بیگ رفیع :** پیش نظر محمد خان والی توران خدمت منشی گری داشت - چون بهند آمد ـ شاه جهان پادشاه قدردان او را بمنصب پا نصدی سرفراز ساخت ـ

در عهد عالم گیر شاه بخدمت دیوانی بیوتات کشمیر شرف اندوز گردید ـ آخر در دارالخلافه باجل طبعی در گذشت ـ با فقیر اخلاص تمام داشت ـ این بیت که برای عزل و نصب خود گفته مشهور است :—

یک زمان فاصلهٔ نیست سفرهای مرا
رفتن و آمدن من بنفس می ماند

بر این بیت خود مباهات میکرد ' و شهرت تمام دارد :—

عمر اگر خوش گذرد ' زندگی خضر کم است
ورنه نا خوش گذرد نیم نفس بسیار است

میر معز موسوی خان دخل کرد که بناخوش غلط است ـ ' با نا خوش ' باید گفت ـ یا '' بنا خوشی '' مرزا شنیده '' بتلخی '' درست کرد ـ اما شعر از مزه بر افتاد ـ دیگر اشعار تلاشی بسیار دارد ـ مثنوی در تعریف شاه جهان آباد خوب گفته ـ چنانچه در ستایش تخت مرصع کار گوید :—

اگر پاسبانش شود مست خواب
برویش فشانند ز یاقوت آب

بیتے در صفت عمارت گردون اساس گفته :—

قضا رفعتش را بجاے رساند
که آتش ز همراهی سنگ ماند

بیتے در تعریف انار باغ حیات بخش گفته ـ نواب علیةالعالیه بیگم صاحب شنیده این بیت را بسیار خوش کردند ـ پانصد روپیه صله دادند :—

انار دلکش این تازه بستان
بود بے دانه همچو نار پستان

رباعی در تنزل احوال بپادشاه رسانید که بیت آخرش این است :—

گفتم قدمے پیش نہم ، پس رفتم
در بخت نظیر پاے معکوسم من

از زاده هاے طبع اوست :—

چو رشته از گہرم گر لباس پوشانی
بر آورم سر خود را همان بعریانی

چو غنچۀ که بود در میان خرمن گل
نشسته ام بدل جمع در پریشانی

خوشم که غیر نگنجد میانۀ من و تو
چو خاتم دو نگین است خانۀ من و تو

از وطن یارے نیامد با من شیدا برون
آمدم مانند دست از آستین تنها برون

خویش را آشناے حرف مکن
نقطۀ امتحان کاتب باش

اے جرس این همه فریاد ز دل تنگی چیست
شکرها کن که دلت جاے طپیدن دارد

چہا کنم دل او گر شود بفرمانم
جنون بسرزده را دست رس بسنگ مباد

بے لب لعل تو میخوردیم و دل را زد شراب
محتسب بنشین که ما را باده خود کرد احتساب

۵۰ — میر محمد علی رائج : از سادات سیالکوٹ ، مردیست آزاد مشرب ، مشق سخن را پخته کرد - من اشعاره :—

جز هوائے نبود این همه ما و من ما
خالی از تن چو حباب آمده پیراهن ما

دین و دنیا بتو گر هر دو بمطلب باشد
در نظر جلوهٔ قرآن مذهّب باشد

اے حریفاں را براهت رفته از سر هوشها
ز انتظارت دیدهٔ قربانیاں آغوشها

ز چین ابروے او جوهر شمشیر میریزد
زند مژگاں چو برهم یک نیستاں تیز میریزد

که جز بر صفحهٔ وحدت تواند بست نقش او
ز رنگ خود مصور رنگ این تصویر میریزد

رهت زد سعی وصل یار ورنه مطلب آساں بود
نمی‌شد گر بروں از آستیں دستے تو داماں بود

بجنگ ماؤ من روزے که از وحدت کمربستم
ز خود بیروں شدنها بر کفم شمشیر عریاں بود

۵۱ — سید پاک گوهر، محمد میرزماں **راسخ** : از خوش خیالان و بلند فطرتان جهان بود طبع عالی و فکر رسا داشت - در نازک بندی و معنی یابی داد سخنوری میداد - صافی ذهن و جودت طبع بمرتبهٔ کمال الکمال - فقیر مطلعے گفته، میرمعز وغیره صاحب سخناں همه خوش کرده بودند، هیچ کس جاے حرف نداشت - آں مطلع این است :—

باندک تلخی اندوه عشرتها نمی‌ارزد
به تشویش حلال این نعمت دنیا نمی ارزد

میر شنیده گفت : لفظ تلخی بے جاست، هماں ساعت لفظ کاوش بجاے آں رساند - الحق اصلاح خوش کرد - جاے ازین لفظ در قالب

شعر دمید - در سهرند ودیعت حیات سپرد - تاریخ رحلتش فقیر چنیں یافته :—

محمد زماں راسخ خوش خیال
دریغا بجاں آفریں جاں سپرد

چو تاریخ فوتش دل از عقل خواست
خرد گفت بادل که " راسخ بمرد "

سجعه اش : " راسخ دم بود محمد زماں "

این چند شعر از زاد هاے طبع او ست :—

یاد از شام غم ناله خموشاں کردیم
مشتے از سرمه گرفتیم و پریشاں کردیم

جامۂ صبر ببالائے جنوں تنگ آمد
هرچه از دست بر آمد بگریباں کردیم

گلے شگفت که من جام بادۂ نازم
دلے طپید که من نیم بسمل رازم

خروش ریخته بر دل که نغمۂ شوقم
بسینه تاخته ناخن که زخمۂ سازم

رسید شور قیامت ز تربت فرهاد
چو سیل خورد بهر سنگ پائے آوازم

ز بوے مرهم کافور داغم رنگ میسازد
چراغم نازپرورده است اے باد سحر رحمے !

فروغ باده زند دست ره بظلمت هوش
ز جام رخنه برافروختم بخلوت راز

تا حیرت حسنت شده صید افگن طاقت
صحرا همه دامان ته پاے شکار است



پر تو صبح ازل دیدۀ فرمانی* کیست
جام خورشید پراز بادۀ حیرانی کیست

لاله مانند چراغ ته دامن شده است
تکمۀ جیب بهار از عرق افشانی کیست



بهر چه دیده کشادیم اے بهار توئی
شرار خرمن بلبل ، چراغ خانه گل



ز گل گشت چمن بیروں چو آں سرو خراماں شد
کشاده بال بلبل باغ را چاک گریباں شد

خرابیهاے عاشق بر فروزد رنگ رخسارش
پریدنهاے رنگم آتشش را باد داماں شد



از ظهور عشق عالم یک تجلی بیش نیست
ریخت رنگیے در پریدن ، طرح ایں کا شانه را

بود از درد وحشت نشۀ در خوں طپیدنها
شود دامن ته پا صید را گرد رمیدنها

جهان دیگرم پرواز را باید کزیں عالم
چو چشم خفته بگذشتم ببال آرمیدنها



اثر بنالۀ عاشق ز اضطراب خود است
چوں برق جوهر تیغم ز پیچ و تاب خود است

سرم خوشست بجام شراب تشنه لبی
جبین بادیه را صندل از سراب خود است

---

* نسخه قربانی ۔

یاد چشم سرمہ آلودش ز خویشم می‌بود
میکند گرد رم آهو ز خود پنہاں مرا

جلوہگاہ آنکہ گرمم گر شود میخانہا
خشک گردد مے چو خون نافہ در پیمانہا

خرمنم در انتظار برق هستی سوز اوست
می پرد همچوں شرار از شوق چشم دانہا

گشت چوں از درد آخر، عشق دل غم پیشہ ام
از مئے خویش است چوں یاقوت رنگیں شیشہ ام

هر قدم در بیستون غم دلے گم کردہ ام
باشکست شیشہ میجوشد صدائے تیشہ ام

۵۲ - میر روحی : یک بیت ازو بگوش خوردہ :—

بکیش سخت دلاں همرفسردگی ننگ است
گواہ ایں سخن است آتشے کہ در سنگ است

۵۳ - میررضی : یک شاہ بیتے از او استماع افتادہ - شعر خوب است :-

بر ندارد عشق هرگز دست از داماں حسن
گر بسوزی سرورا قمری سمندر میشود

۵۴ - محمد رضا کاشمیری : ، خوش فکر مینماید :—

محبت را پس از قطع محبت لذتے باشد
کہ شاخ نخل پیوندے بہ از اول ثمر گیرد -

۵۵ - ملا رضواں : از ولایت آمدہ - در لاهور توطن گرفتہ - صاحب یک دو مصرع بیش نہ بود - دراں هم یاراں ابتذال بر آوردہ اند :—

مگر ساقی کمر در خدمت میخانہ می بندد
کہ چوں نرگس بہر انگشت خود پیمانہ می بندد

قدسی :—

یک جام خمارم نبرد کاش چو نرگس
بودے بهر انگشت مرا ساغر دیگر

در یک بیت آخر رباعی معنی تازه یافته ، آں این است :-

چوں پیر شدی مشو ز مردن غافل
صبح شب مہتاب نہاں می آید

فقیر ایں معنی را چنیں بسته :—

قند یاقوت زاب و رنگ پیش لعل مے نوشش
بود صبح شب مہتاب گوهر در بناگوشش

(ز)

٥٦ — **زکی :** خدا داند که بود و کجائے بود من اشعاره :—

نه نکہتے ز گلے ' نه پیامے از خارے
دریں چمن بچه دل خوش کند گرفتارے

غرض الم بود از زخم ورنه فرقے نیست
میان چاک دلے و شگاف دیوارے

اگر حریف بلائی ' هلاک خویش مخواه
چرا که آرزوے مرگ ' عافیت طلبی است

٥٧ — **زمانه :** در معنی یابی یگانهٔ زمانه بود - و حقیقت او ظاهر نه ' من اشعاره :—

درد سر کیفیت پیمانهٔ فرزانگی است
نشهٔ آسودگی در بادهٔ دیوانگی است

نے تغافل از تو می‌بینم ' نه روے دل نه جور
گر چنین است آشنائی صرفه در بیگانگی است

قوت بال طلب تا هست کوتاهی مکن
از حرم تا دیر یک پرواز مرغ خانگی است

انچه بے روے تو منظور نظر داشته ایم
آستینست که بر دیدهٔ تر داشته ایم

اشک در راه طلب تخت روا نست مرا
زحمت گام ازیں بادیه بر داشته ایم

(س)

۵۸ — **محمد قلی سلیم :** در زمان شاه‌جهان از ولایت بهند آمده ، داد خوش خیالی و معنی یابی داده - در ملازمت اسلام‌خان وزیر اعظم می‌گذرانید - اشعار خوب دارد :—

چشم تو ز بیماری خود بر سر ناز است
مژگان تو همچون شب بیمار دراز است

گدای کوی خراباتم و غمم این است
که باده آتش سوزان و کاسه چو بین است

دل چو شد گرم ز مے جلوۂ معشوق کند
ماهی موم بآتش چو رسد آب شود

در تلاش سوختن چون کاغذ آتش زده
داغهاے سینه ام باهم بجنگ افتاده است

توان از دانهاے سبحه دانست
که دلها را بدلها هست راهے

نو بهار است و چمن در پئے سامان گل است
ابر برروے هوا دود چراغان گل است

بسته کمر کینم از قبضه کمان او
در کشتن من تیغش افتاده سبک پهلو

بیماری چشمش را تعویذ چو بنویسند
از پردۂ چشم آرند خوبان ورق آهو

بعیش آباد هندوستان غم پیری نمی باشد
که مو نتواند از شرم کمرها شد سفید اینجا

۵۹ — **سالک یزدی** و } هر دو هم‌عصر بودند در عهد
۶۰ — **سالک قزوینی** } شاه جهان بادشاه کوس سخنور

می‌نواختند - در تلاش معنی هردو کامل و استاد فن - اما غیرت این قدر نداشتند که یک تخلص را دو کس چرا اختیار کردند - مگر قحط تخلص بود - این چند بیت از سالک یزدی ایراد می‌یابد از بیاض میر معز :—

شکست شیشهٔ خاطر ز ساغرم پیدا است
چولاله داغ دل از کاسهٔ سرم پیدا است

جواب نامهٔ من غیر نا امیدی نیست
ز دست سودن بال کبوترم پیدا است

از بس بدشت کرده ام آشفته نالها
چون زلف دلبران شده شاخ غزالها

در دور رخت ، زلف بصد قیمت جانست
دیوانه ز بس پر شده زنجیر گرانست

عجب مدار که طوطی شود شریک هما
شکر ز در د تو در شیر استخوان دارم

از ما باسیران قفس باد بشارت
کز بیضه بیک منزلی دام رسیدیم

ز دست کمتر ناخن مدد نمی خواهم
برنگ غنچه بدل شوق جامه در دارم

صحبت من عاقبت با دوست در خواهد گرفت
من سراپا خار خشکم او سراپا آتش است

من اشعار آبدار سالک قزوینی مرقوم از بیاض میر معز :—

کبک از حیرت رفتار قیامت زایش
بسکه افتاده بره ریخته خون در پایش

بیرون نرود مرد ز قید هنر خویش
طاؤس اسیر است بگلدام پر خویش

استخوان من و مجنوں بتفاوت بردار
اے ہما چاشنی درد فراموش مکن

چیں بر جبیں ز جنبش ہر خس نمی زنند
دریا دلاں چو آب گہر آرمیدہ اند

۶۱ — **سایر مشہدی** - در ہند نیامدہ سہ بیت او از بیاض میر معز نقل گرفتہ شد :—

پرتو عمر چرا غیست کہ در بزم وجود
بہ نسیم مژہ برہم زدنی خاموش است

میخانہا ز گردش چشمت خراب شد
خم کرد یاد بادیۂ اضطراب شد

چوں گرفتاری من دید محبت فرمود
کہ دگر دام نسازند و قفس نفروشند

۶۲ — **قاقلان بیگ سپاہی** - خوش فکر بودہ۔ ہمراہ ایلچی ہند با یران رفتہ با صائب وغیرہ شعرائے آنجا صحبت داشتہ یک بہت صائبا را بالمشافہ تحسین کردہ، بہند آوردہ، بپیش مرزا محمد علی ماہر نقل کرد و ایشاں پیش فقیر :—

صائب —

مجنوں برنگ بادیہ غمہاے خود شمرد
یاد زمانۂ کہ غم دل حساب داشت

مرزا صائب ازیں ہم شعر ہاے خوب دارد - اما او راہمیں خوش آمد :—

رسید یارمن از گرد راہ و می خواہم
کمر کشاید و خنجر بمن حوالہ کند

شد سفید از گریہ چشم بستہ شد راہ نظر
رشتہ کے از پنبۂ نمناک می آید بروں

آزان میان که تو داری گذشتن آسان نیست
ز دجله گر گزری آب تا کمر باشد

۶۳ — **حکیم سعیدا :** خوش تلاش است . ازین بیت صاحب فکر معلوم می‌شود :—

در انتظارت اے ثمر دل شگوفه وار
چشمم سفید گشت و تو در دیده بودهٔ

۶۴ — **حاجی محمد اسلم سالم کشمیری :** خوش فکر و معنی یاب است این بیت او آئینهٔ خیال او است :—

نه بندد بر قفا ادبار دست جور ظالم را
همان پیش است پیکان از هوا چون تیربر گردد

فقیر نیز بشوق این معنی قصد کرده ' بلکه تیرے بر تیرش رساند . **سرخوش :**

با بزرگان بے ادب تیرے مزن سوے فلک
وقت بر گشتن بود پیکانش آخر سوے تو

۶۵ — **محمد صالح ستار :** طرف بنگاله بوده - خوش فکر و صاحب تلاش می‌نماید :—

کبابم میکند در مے پرستی همت مینا
که گر یک ساغرش کمتر دهی زنار می‌بندد

۶۶ — **سنجر :** در زمان شاه جهان بادشاه دم از سخن‌وری می‌زد من اشعاره :

چشم بر را هند میخواران که کے باران شود
ابر می‌خواهند مستان خانه کو ویران شود

از آب زر بخنجر شیرویه نقش بود
کاین را نسب به تیشهٔ فرهاد میرسد

داغم به نمک خشک شدو زخم بالماس
آگاه کن از تجربه مرهم طلبان را

تیره بنشینی گرت خالیست از روغن چراغ
کلبهٔ فقر و قناعت را بود روزن چراغ

۶۷ — **سیاح :** اگرچه در بیاض من بخط خود شعر بسیار نوشته اما همین بیت بکار می‌آید :—

دل بے عقده در جمعیت ساماں نمی‌باشد
صدف را تا بود گوهر ، لب خنداں نمی باشد

۶۸ — **میر سید علی سید مخلص :** در ولایت با میر معز هرطرح بوده ـ مشق او نیز کم از مشق میر نتواں گفت ـ از زادہ ہاے طبع اوست :—

از باده بر فروخته حسن فرنگ را
خطش بشیشه کرده پریزاد رنگ را

در بحر و جودش دو جہاں نقش بر آبست
با هستی او هستی ما موج سرابست

معماری اقلیم دل ما نتواں کرد
چندانکه درو دیده کند کار خرابست

نموده مے شفقی چهرهٔ فرنگ ترا
بناز بالش گل تکیه داده رنگ ترا

فتد گر جانب صحرا گذار آں شوخ سرکش را
کند گلگوں پریدنہاے رنگ لاله ابرش را

بقدر خویش در هر نشأه هر کس عالمے دارد
سپهرے چوں حباب مے نباشد رند میکش را

خوش آں ساعت کہ بینم در کنار خویش جایش را
چو گل وا کردہ باشم غنچۂ بند قبایش را

نیم غافل کند گر جلوہ بر خاکم پس از مردن
جواب از دل طپیدن میدھم آواز پایش را

فرنگی زادۂ در اصفہاں دل بردہ از دستم
کہ ہند از تیرہ بختیہاے من باشد خیالش را

چنانم دیدہ لبریز از خیال آں بدن باشد
کہ ہر مو برتن سیمین او مژگان من باشد

ز بس دلہا روند از خود بشوق گفتگوئے او
صداے پا بگوش آید چو جاناں در سخن باشد

نگاریں کے شود سید کف دریا دلاں ہرگز
حنائی پنجۂ مرجاں ز خون خویشتن باشد

بصحراے کہ ناز از جلوہ گرداند عنانش را
جواہر سرمہ سازند آہواں ریگ روانش را

مرا افگند وحشتہاے عشق او بصحرائے
کہ از مژگان شیراں سبزہ باشد آہوانش را

چساں آرم در آغوش آں بت گیسو مسلسل را
کہ نتواند بخود ہمخوابہ دید از ناز محمل را

حسن را فتراک گیرائی بدست انداز اوست
شوخ چشماں را رگ گردن کمند ناز اوست

ہرکجا گردد شکار افگن قیامت میشود
شور محشر گوش بر آواز طبل ناز اوست

این چہ رنگ است کہ از عکس گل رخسارش
جوہر آئینہ ابر شفق آلود شود

۶۹ — **سید علیخان :** جواهر رقم ، خوش نویس - فکر سخن نیز میکرد. گاهے مطلع دو بیتی میگفت ، چون تخلص نداشت نامش را بجاے تخلص اعتبار نموده شد * :—

نفسم سوخته فریاد خموشی دارم
نالهٔ در گرو سرمه فروشے دارم

بیا بلبل بآهنگے که میدانی بکش هوئے
که از خود رفتنی در پیش دارم تاسر کوئے

من آں مرغم که آهنگے نوی در هر قفس دارم
صفیرے میکشم تا نعره داری از نفس دارم

۷۰ — **میر جلال الدین سیادت :** در لاهور توطن داشته. صاحب فکر بلند و تلاش معنی عالی بوده ، معنی هاے تازه بسیار بسته. اما همچو من طالع شهرت نداشت — **من اشعاره :**

مجو رفعت اگر چوں مور میخواهی سر خود را
مکن مقراض عمر خویشتن بال و پر خود را

تماشاے جهاں اهل عدم را در نظر باشد
تواں از خانهٔ تاریک دیدن حال بیروں را

رنجها بردم که نوشد در سخن آئین من
موج خون دل بود ، هر مصرعهٔ رنگین من

ما لذت حیات ز غفلت نیافتیم
چوں نشهٔ شراب که در خواب بگذرد

نمیخواهم که دنیا را نظر بر حال من افتد
که چوں طاؤس از زینت گره بر بال من افتد

خبر ز زنده دلی نیست اهل مدرسه را
که دل بسان مگس در کتاب می میرد

---

* نه باشد

چو آفتاب لب بام آخر وصل است
رسیده بر سر ناخن حنای عشرت ما

جدا از قید آرامی ندارد جان محزونم
بچشمم حلقهٔ زنجیر باشد خواب مجنونم

مست ساغر بکف انجمن تصویرم
که ز خود پیشتر از باده کشیدن رفتم

مگر ستارهٔ بختم شرار کاغذ بود
که تا نسوخت مرا از سرم نکرد گداز

۱ء — **ملا سرابی** تخلص : در عهد جهانگیر بادشاه بهند آمد مرد خوش طبع و خوش فکر بود

روزے در مجلس نواب قلیچ خاں حاضر شد ۔ نواب فرمود که " سرابی ! ما هم فکر شعر میکنیم ۔ شعر هاے ما را شنیدهٔ ؟ " عرض کرد : " عنایت فرمایند مستفید شوم " ۔ فرمود : " سفینهٔ من بیارید " بدست گرفته چند غزل بے سرو پا و چند بیت بے معنی و بے ربط بر خواند ۔ سرابی بعضے جا دخل کرد و اظهار استادی خود نمود ۔ نواب بر آشفته زبان بفحش و دشنام کشود ۔ شاعر سرفرو افگنده می‌شنید ۔ بعد ازاں بر خواست و عرض کرد که نواب سلامت این نثر نواب به از نظم نواب است " از اشعار او یک رباعی استماع یافته ۔ **رباعی :**

در چشم ترم رنگ جهاں برق سرابست
تا دیده بهم بر زنم این خانه خرابست

مژگان من از گریهٔ بسیار فرو ریخت
آخر فتد آں نخل که نزدیک بآبست

۲ء — **سرمد:** مجذوب وضع ، سرو پا برهنه بود ۔ بمذاق تصوف آشنائی تمام داشت ۔ گاه گاه فکر رباعی میکرد ، دارا شکوه خلف شاه جهان

از راه موحدی او را دوست میداشت ، پیش پادشاه تعریف او کرد
خلیفة الهیٰ عنایت خاں آشنا را براے تفتیش احوال و تحقیق کشف
و کرامات او فرستاد - خان مذکور رفته او را دید و باز بخدمت
پادشاه رفت و اظهار احوال او باین بیت نمود ، آشنا :

بر سرمد برهنه کرامات تهمت است
کشفے که ظاهر است ازو کشف عورت است

در اوائل جلوس عالم گیر شاهی بتهمت الحاد و خلاف شرع و
عریانی ، بفتواے علماے زماں بقتل رسید ، این سه رباعی از وست

(۱)

سرمد چه طلسم را که در وا کردم
در شام دریچه سحر وا کردم
هرچند که خواب را ز سر وا کردم
دیدم همه خواب تا نظر وا کردم

(۲)

هرکس که حقیقتش یاور شد
او پهن تر از سپهر پهناور شد
ملا گوید که بر فلک شد احمد
سرمد گوید فلک باحمد در شد

(۳)

سرمد که ز جام عشق مستش کردند
بالا بردند و باز پستش کردند
میخواست خدا پرستی و هشیاری
مستش کردند و بت پرستش کردند

۳۷ — خادم درویشاں بلکہ خاکپاے* ایشاں محمدافضل **سرخوش :**

از خانہ زادان شاہ عالمگیر است - در عالم جوانی در پیچی دولت دنیا و تلاش منصب و جاہ سرگردانی کشیدہ آخر بتوفیق اللہ تعالیے در شاہ جہاں آباد گوشۂ عزلت اختیار نمودہ - خدمت فقرا و عرفا را سرمایۂ سعادت دانست :—

نیست در عالم بہشتے خوشتر از خلوت مرا
دوزخی نبود بتر از گرمی صحبت مرا

دولت بیدار عرفاں داد حق نعم البدل
کرد اگر گردون دوں محروم از دولت مرا

بکرم آلہی اکثر عزیزاں کامل را کہ دریں عصر بودند ، دریافت - و باجمیع خوش خیالاں کہ دریں زماں کوس کمالات مینواختند صحبت مستوفی داشت و استفادہ نمودہ - اما اعتماد ہیچ کمالے برخود ندارد - مگر گاھے بخاطر فاطر میگذرد کہ با صاحب کمالاں خلط ورزیدہ ام ، ہر آئینہ بے نصیب نخواھم بود - جمال ہمنشیناں اثرے کردہ باشد - چنانچہ مرزا صاحب فرماید :—

اگر چہ نیک نیم ، خاکپاے نیکانم
عجب کہ تشنہ بمانم ، سفال ریحانم

گفتہ اند کہ شناخت شاعر و عارف و خوانندہ از اصول موسیقی بآخر مشکلست ، ہرکرا بینی ، باید تحقیق کنی کہ آں عزیز با کدام صاحب ہنراں و کاملاں اختلاط ورزیدہ ، قیاس حال او از آں عزیزاں کند - چنانچہ حضرت مولوی فرماید :—

گر تونشناسی کسی را از ظلام
بنگر او را ، گوش سازیدہ امام

---

* نہ خاک راہ

چند شعر از زادهاے طبع خود نیز میںگارد کہ بارے در شمار یاراں رسد* :—

هوشیاری را حجاب یار میدانیم ما　　بیخودی را بزم بے اغیار میدانیم ما

تیزمی سازد بقتل عاشقاں شمشیر را　　این قدر هم رحم ازو بسیار میدانیم ما

تجلی کرد تا حسن تو در زیر نقاب این‌جا
سراپا کاسۂ دریوزہ گشتہ آفتاب این‌جا

شمیم خط مشکینش مگر پیچید در گلشن
کہ بوے گل نفس دزدید چوں گرد کتاب این‌جا

چناں بگداخت شرم جلوۂ حسن تو گلشن را
کہ میگردد رگ گل همچو خس بر روے آب این جا

کہ پردازد بسوز سینہ ام در بزم او سر خوش
مگر آبے زند بر آتشم اشک کباب این جا

بهم ناید چو گل از خندۂ شادی دهان ما
چہ خوش نامے بر آمد اللہ اللہ از زبان ما

چنیں گر میگدازد ضعف جسم ناتوانم ر
حبابے میتواند آسماں گشتن جهانم ر

تب خالہ نیست در غم هجراں ز تب مرا
کز فرقت تو خیمہ‌زدہ جاں‌بلب مرا

کجا است دیدۂ جویاے رہ کجا است ترا
و گرنہ هر مژہ انگشت رهنما است ترا

---

* نہ باشد

کجا فقیر بدل جا دهد توانگر را
زمیں فرو نبرد همچو قطره گوهر را



مبند دل بزر و مال در جهاں سرخرش
بهر دو دست صدف ساں مچسپ گوهر را



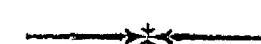
بیهوده ایم بسکه ره گلعذارها
از فرق ما چو شانه گذشت است خارها



آئینه دار حسن بود ذره ذره ام
گشتم سپند آتش خود چوں شرارها



چو گردد بر تو تنگ ایں عرصه گیرد کار دیں صورت
کند نقش محمّد در تو گل از غنچه خوابیها



کنم زیاده گوارا بدل غم او را
تواں بآب فرو برد تلخ دارو را



چه گفتگوے که چشمش نمیکند با من
ازو بپرس* که داند زبان آهو را



نفس را غالب چو بینی از لباس تن برا
راهزن چوں تیغ بردارد ز پیراهن برا



نظرے بر گل شبنم زده افتاد مرا
آمد از زخم نمک سود جگر یاد مرا

---

* نسـ مپرس ـ

ز چشم شوخ کردی تیره روز لاله و گل را
بخاک سرمه کشتی شعلهٔ آواز بلبل را

نیست ذوق گفتگو طبع مآل اندیش را
میکنم چون خامه خود پامال حرف خویش را

عمر چون تصویر حرف راز پوشی شد مرا
هر دولب چسپیدهٔ مشق خموشی شد مرا

شکوه پادشاهانست کشتگان ترا
جنازه تخت روانست کشتگان ترا

عرق بگر چهره شوخی برق میگردد گیاهم را
بصد آئینه حیرت محو میسازد نگاهم را

نیستم آزاد از قید خطش هر جا روم
چون قلم پایم ز خود پیدا کند زنجیر ها

کوزهٔ دولاب شد هر دانه اش
بسکه گرید سبحه بر تقوی ها

منعماں را حرص زر باقیست تا روز حساب
تشنه آخر تشنه خیزد گر کشد دریا بخواب

خوشتر از صلح عزیزان بشمرم جنگ ترا
جاے در دیده دهم همچو گهر سنگ ترا

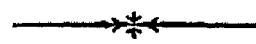
هست افسون حیاپیش تو افسانهٔ عشق
بال پرواز بود نامهٔ من رنگ ترا

بود افتادگی آئینهٔ جمیعت سالک
نماید قطره خود را گرد هنگام چکیدنها

رشته داری از تعلق ساز نقص عزت است
نغمهٔ تار رگ گوهر شکست قیمت است

برق جولانی که بے پروا ازیں وادی گذشت
چشم آهو همچو ابر تیره از باراں پر است

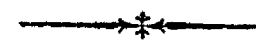
گوشهٔ عزلت گرفتن به ز سیر گلشن است
پاے در دامن مرا خوشتر ز گل در دامنست



رام گشته وحشی مطلب بناکامی مرا
بخت من چوں چشم آهو در سیاهی روشن است



نیست شاهی جدا ز فقر که طبل
گویم از پوست کنده * کشکول است



کجا شوریدهٔ حسن ترا حاجت به تسخیر است
که همچوں کاکلت از پیچ و تاب خود بزنجیر است



نواے دیگر است از شورشم ساز جفایش را
خروش سینهٔ افگار آواز پر تیر است

بود بیتابیم آئینه دارِ رنگ بیدادش
بخوں غلطیدن نخچیر موج آب شمشیر است

نشستن بر در میخانه قدر سرخوش افزاید
که ایں جا خواب پارا دولت بیدار تعبیر است

صد شکستم بدل ز جنگ خود است
شیشه ام همچو غنچه سنگ خود است

حسن تمکین ناز افزاید
پاے گل در حنا ز رنگ خود است

* پوست کندن در اصطلاح شعرا صریح گفتن و فاش کردن است

نیم گام است راه کعبهٔ وصل
دوری ما ز عذر لنگ خود است

باز از حسنت نگه را سربه دامان گل است
چشم ما چون شبنم از روی تو مهمان گل است

با ظهور حسن جوشد بیقراریهای عشق
پیچ و تاب بلبلان گرداب طوفان گل است

شورش عاشق بود آئینه دار جوش حسن
آه مرغان چون دود چراغان گل است

تا مرا یک پای ثابت در طریق یار گشت
پای دیگر گرد آن از شوق چون پرکار گشت

بیهوده دل زهد کشان وسوسه‌ناک است
از یک قدح باده حساب همه پاک است

از خوشهٔ انگور عیان شد که درین باغ
شیرازهٔ جمعیت دلها رگ تاک است

یک دشت خار در کف پای هوس شکست
کو شعلهٔ که کار ز سوزن گذشته است

شریک صاف دلان اند خاموشان در رنج
شکست آئینه زخمی بروی تمثال است

غنچهٔ ترسم براه نازنینم بشکند
برگ گل در زیر پایش کم ز لخت شیشه نیست

از ورق گردانی دوران کسے وارسته نیست
در همه دیوان او یک مصرعه بر جسته نیست

بود واعظ بعلم باطن اعمی
که چشمانش چو عینک در کتابست

از دامن وصال جدا نیست دست عشق
پای چراغ حسن تو بخت سیاه ماست

دید و دریافت بر اهل صفا هر دو یکیست
همچو آئینه دل و دیدهٔ ما هر دو یکیست

خانهٔ دهر تنگ بسیار است
پشت بام فلک هوادار است

بر اوج جاه دماغ هوس رسا گردد
به پشت بام دوبالا صدای پا گردد

ساز بزم عشرت ما بے رخت از کار ماند
نغمه از بس نا رسائی چون گره در تار ماند

تا نظر بر حسن صیادم فتاد از زیر دام
دانه از حیرت چو مغز پسته در منقار ماند

تن مده اختلاط چسپان را
جامهٔ تنگ زود چاک شود

ساز هم در جنگ پر دل ساز جنگی می‌شود
پے چو گیرد وصل ماپیکان خدنگی می‌شود

ناگهان گیر است کین دست از جان شسته
دل چو پر از داغ حرمان شد پلنگی می‌شود

رونق بیداد او از اضطراب ما بود
جوهرِ شمشیر نازش پیچ و تاب ما بود

برق پیش وحشت ما پاے خواب آلودہ است
عرصۂ کونین یک گام از شتاب ما بود



تنزل پیشہ کے از تیرہ روزیہا حزیں باشد
کہ بالا شام اگر شد ، صبح در زیر زمیں باشد



زمین و آسمان در میکشی فرماں برت گردد
سرت چوں گردد از مستی جہاں گرد سرت گردد



رزق را روزی رساں مقدار ہر پیمانہ داد
خوشہ را چندیں شکم داد و بہر یک دانہ داد



از زر و مال جہاں عریاں تناں وارستہ اند
غنچہ چیناں در گرہ خود را چو گوہر بستہ اند



صفا از گریہ کے بے خاکساری جلوہ گر باشد
کہ شویندش بآب و گل چو دست آلودہ تر باشد



یار خنجر کشیدہ می آید
دامن از رحم چیدہ می آید

کس ز طوفان نوح نشنیدہ
آنچہ از آب دیدہ می آید

در عدم ہم ز عشق شورے ہست
گل گریباں دریدہ می آید



نالۂ ما صورتے بگرفت ، بلبل ساختند
لختہاے دل چو یک جا * جمع شد گل ساختند

---

* نسـ بیک ہوا

خط او شد سبزیے کز بخت ما بر داشتند
دود دل آمد بروے کار کاکل ساختند

انچه کم از طاقت ما شد به تمکینش فزود
صبر ما بردند و در چشمش تغافل ساختند



محبت پاے بند خون دل آشام بس باشد
که دزد باده را خود نشهٔ صهبا عسس باشد



گل بدور تو خسته میگردد
باغباں دل شکسته میگردد

چشم او آبروے میکده ریخت
مے بکشتی نشسته می‌گردد



کفر و دیں متفق بوحدت او
سخن هر دو لب یکے باشد



محالست ایں که بعد از مرگ هم دست از تو بردارم
که گر من خاک گردم گرد دامان تو خواهم شد



چناں بے روے تو آمادهٔ شیون بود گلشن
که گر ناخن‌زنی بر ساغر گل در صدا آید



در تفرق جستن آرام شه کشور بود
سر ببالش وقت خفتن هم ز تن برتر بود



ستم در پردهٔ نازاں نگار دل‌ربا دارد
نگاهے چوں عصا شمشیر پنهاں در حیا دارد

ناز را رام میتوانم کرد
یکدم آرام میتوانم کرد

خامشم بے مئے و اداے سخن
از لب جام میتوانم کرد

بہر صید تو رشتۂ جاں را
صرف گلدام میتوانم کرد

راہ عشق از گداز تن چوں شمع
قطع بےگام میتوانم کرد

دل پر خوں ز بغل در رہ یارم افتاد
مے بگیرید کہ مینا ز کنارم افتاد

کسر نفس خود اگر پیش نمائی خوشتر
سرمہ ہرچند کہ باریک بسائی خوشتر

اینکہ با بحث برائی چو فلاطوں چہ کمال
راست گویم اگر از خویش برائی خوشتر

منعم از اسباب دنیا سیر نتوانست شد
آب گوہر را ز آب بحر دیدم شورتر

مردم و از جست و جوی او نیاسایم ہنوز
میدود چوں ریشہ زیر خاک اعضایم ہنوز

بسکہ از نا محرماں پوشیدہ دارم راز خویش
ہمچو خط سر تا بپایم سرمۂ آواز خویش

نہ بندد در دلم صورت تمنای خط و خالش
ز شوخی نقش بر آبست در آئینہ تمثالش

دلم زاں گردہ گشتہ محو حسن حیرت افزایش
کہ خال عنبریں گردیدہ بر عارض سویدایش

فتد یاقوت ز آب و رنگ پیش لعل می نوشش
بود صبح شب مهتاب گوهر دربنا گوشش

دلے بادوست خوگر گشته کے با غیر میسازد
که گرید طفل چوں بیگانه گیرد در آغوشش



بر دهن دست گذارد ز ادب گل بچمن
که بگوش تو کند عرض پریشانی خویش



چساں بر خواند آں مه نامهٔ مشتاق دیدارش
که خط را همچو ظلمت محوسازد نور رخسارش



همتم بگذشت از مذموم و محمود آں طرف
آں چناں جستم که افتادم ز مقصود آں طرف



رنگ صد بسمل طپیدن ریختی در جان برق -
در گرفت از شعلهٔ شمع رخت دامان برق

سینه سوزان محبت را بچشم کم مبیں
هر شرارے دارد ایں جا در بغل سامان برق



ظلمت زدائے هستی من شد ضیائے دل
گشتم نہاں برنگ گہر در صفائے دل

بسکه بگدازد ز شرم حسن آں رخسار گل
عطر مانند برگکش چیند چو در گلزار گل



زیب خوبان دگر از زیور لعل و در است
برلبت بس رنگ پان و گوشهٔ دستار گل

کی شود از ناز با ما خاکساران چار چشم
آنکه می پوشد ز گرد سبزهٔ در گلزار چشم

افغان من خبر دهد از جان خسته ام
بر تیر آه نامهٔ احوال بسته ام

تا ز حرف جست و جویش دم زدم
دولت * کونین را برهم زدم

سکوت داد نشاط دگر درین چمنم
سخن بخنده بدل شد چو غنچه در دهنم

ز بس سعی دگر بر کام در راه فنادارم
چو برق از گرمی رفتار آتش زیرپا دارم

ز بس شرم تو ریزد رنگ خاموشی بکام من
چو شمع گر زبان جنبد عرق با شد کلام من

ببرق عارضی یکدم مقابل در چمن گشتم
سراپا چون گل آغوش داغ خویشتن گشتم

گر بحوز کربها می‌نگرم جلوهٔ نور خدا می‌نگرم
راه در خلوت او نیست مرا از شگاف در لا می‌نگرم

افسرده غم عشق و همان در تب و تابم
آتش شده خاکستر وخام است گیاهم

در بیخودی ز جلوهٔ ‡ او بیخبر شدم
رفتم ز خویش و حلقهٔ بیرون در شدم

* نسـ چون درایـ
‡ نسـ خلوت

کونین را براه تو در گام اولین
بگذاشتم چو نقش قدم پیشتر شدم

چون قطعهٔ بریده بود نقش هستیم
رفتم ز خود برنگ دگر جلوه‌گر شدم

کو تاب جمال یار دیدن بیخود شدم از خبر شنیدن
هموار ز کس نه بیند آزار نتوان کف دست را گزیدن

مردم از حسرت، به پیغامے دلم را شاد کن
اینکه میگفتی فراموشت بسازم یاد کن

سرمهٔ چشمت گلوے عاشقاں از ناله بست
هر قدر می‌خواهی اکنون جور کن، بیداد کن

هرزه نالیهایت اے دل سخت درد سر فزود،
دور شو بےصبر! از پهلوے ما، فریاد کن

چه در بند سخن ماندی، هوای عیش پیدا کن
بسوز اوراق دیوان را چراغانے تماشا کن

نباشد بے فروغ حسن جسم خاکسار من
برنگ سرمه نوری هست پنهاں در غبار من

ز آبادی فزاید شور سودا در دماغ من
سواد شهر مشک سوده افشاند بداغ من

چه پروا عاشق وارسته را از آفت دوران
که باشد آستین چوں غنچه دامن بر چراغ من

فزاید کاوش غم حسن شورانگیز سودا را
که ناخن جلوهٔ ابرو کند بر چشم داغ من

گرانست از نزاکت نشهٔ مے بر دماغ او
ز بار رنگ صهبا بشکند چون گل اياغ او

مزاجش تاب شور نعرهٔ مستان کجا دارد
که برهم می شود از قلقل مینا دماغ او

چه پرسی ظالم از حال بخون آغشتهٔ تیغت
که بر روی نمک خوابیده همچون لاله داغ او

بصحرائے مرا افگند حسن بے نشان او
که از خود رفتن مجنون بود ریگ روان او

شد آب بسکه پیش رخت از حیانگاه
ریزد برنگ اشک ز مژگان ما نگاه

لبریز ناله گشت ز بس پاے تا سرم
چون نے بود بدیدهٔ زارم صدا نگاه

شدم بر چرخ در مستی ز خاک آهسته آهسته
چو برطارم برآید شاخ تاک آهسته آهسته

کشیدم در چمن آه از غم آن گل بافسوسے
درون بیضه بلبل سوخت چون شمعے بفانوسے

شراب از شرم لعلش بسکه هردم رنگ گرداند
ندانم شیشهٔ صهبا است یا در جلوه طاؤسے

هیف اے غافل به پیری نادم عصیان شدی
میگزی ز افسوس لب اکنون که بے دندان شدی

شکار افگن ازیں صحرا گذر ناکرده گلروئے
چو داغ لاله درخون خفته هر سو چشم آهوے

ز گرداب گهر نبود رهائی اهل دنیا را
بسا کشتی دریں یک قطرهٔ آبست دریائے

ز دست برده مرا بسکه حیرت حسنش
برنگ صفر کهٔ من بود ز من خالی

دریں عصر خوارم ز بیدستگاهی
غریبم چو بر نام درویش شاهی

رباعیات

خواهی که قدم در راه حق بگذاری
باید که بکف دامن پیری آری
بے آئینه پنبه در نگیرد هرگز
یک عمر اگر در آفتابش داری

در اهل جهاں بود قناعت کمتر
مادر زاد است حرص در طبع بشر
بنگر که خورد طفل ز یک پستاں شیر
در دست بگیرد سر پستان دگر

هرکس که بود ز سیم وزر زیب فرش
باشد پس مرگ ناگزیر از سفرش
بنگر چو شود جامهٔ زرباف کهن
سوزند در آتش ز پئے سیم و زرش

از باده فزوں شود مرا عقل و شعور
ساغر بلد ره نشاطست و سرور

مے روشنی طبع بود سرخوش را
روغن همه در چراغ می‌گردد نور

سرخوش ! کارالہ فضل و کرم است
از معصیت و سیاہ‌کاری چہ غم است

رخشیدن برق بین و جوش باران
رحمت چہ فزون، غضب چہ بسیار کم است

(ش)

۷۴ — **شانی تکلو:** استاد فن بود شعرهاے برجسته دارد۔ مثنوی در مدح شاه عباس فرماں رواے ایران بسیار بتلاش گفته۔ شاه ایں بیتش را پسندیده او را بزرکشیده:—

اگر دشمن کشد ساغر و گر دوست
بطاق ابروے مردانهٔ اوست

صد دور بهر ساعت در شهر تو بر گردم
من گرد سر شهرت از بهر تو می‌گردم

عشقم چناں گداخت که موراں بتر بتم
عضوے نیافتند که ناخن فروکنند

دیروز توبه کردم و امشب بپاے خم
آں طاقتم نماند که مے در سبو کنم

---

۷۵ — **شیدا:** در عهد جهانگیری بعرصه آمده هنگامهٔ سخنوری را گرم داشته، شاعر پخته و پر گو و در زمان خود یگانه بود۔

روزے در مجلس سخنوراں ذکر ایں مطلع او درمیان آمد۔ همه یاراں خوش کردند:—

بسکه بنگاشته اشکم رخ کاهی از خون
مژه ام بسته بهم چوں پر ماهی از خون

فقیر گفت: پیش مصرع خوب نرسیده، بدیه مطلع ساخته خواندم:—

بسکه میریزد سرشک از دیدهٔ گریان ما
بسته از خوں چوں پر ماهی بهم مژگان ما

باز همین معنی را در همین غزل قسم دیگر بستم :ــ

حرفے از شیرینی لبہاے ماهی شد رقم
چوں پر ماهی بہم چسپید انگشتان ما

وقتے کہ این مطلع قصیدہ را گفت :ــ

چیست دانی بادۂ گلگوں مصفا جوهرے
حسن را پروردگارے ، عشق را پیغمبرے

همہ عزیزاں خوش کردند و در ترانہا بستند - چوں بسمع مبارک بادشاہ دین پناہ رسید ، بیدماغ شد ، زبان بتکفیر او کشود کہ در تعریف ام الخبائث کہ حرمت آں بنص قرآنی ثابت است ، چنیں گفتہ - از ملک ما بر آید - چوں حکم محکم با خراج او صادر شد قطعۂ گفتہ ، بوسیلۂ یکے از مقربان گزرانیدہ - بادشاہ را بر حال خود مهرباں ساخت :ــ

جهاں پناہ ! ملاذا ، بقدر جاہ و جلال
نیافریدہ خدا چوں ترا عدیل و نظیر

بوصف مے زدہ سر از من این دو مصرع جوش
کہ گشتہ ورد زبان همہ صغیر و کبیر

اگرچہ لطف تو خاصست معنیش عامست
بخاص و عام برد شهرہ همچو بدر منیر

چنیں کہ میکش اسرار مولوی جامی
کہ هست گفتۂ او دور از در تقصیر

بوصف مے ز صراحی ، دوبارہ قلقل مے
بہ از چهار قلش گفتہ ، فارغ از تکفیر

مرا بہ کفر چہ نسبت بود کہ بہ ز منے
سخن چنیں کند و هیچ نایدش بضمیر

مرا چو شاہ براند کجا توانم رفت
بگو ز کف کہ براند کجا رود شمشیر

بر قصیدۂ حاجی محمدجان قدسی ملک‌الشعرای عصر که گفته: —

عالم از نالۂ من بیتو چناں تنگ فضا است
که سپند از سر آتش نتواند بر خاست

مناظرہ کردہ که همه صاحب سخناں پسندیدند ، مشہور است ۔ شاعر ظریف طبع و هجو گو و حاضر جواب بودہ هجو استاد زماں طالب آملی که از امرا بود ، چنیں گفته :—

شب و روز مخدوم ما طالبا
پئے جیفۂ دنیوی در تگ است

مگر قول پیغمبر آمد بجا
کہ دنیا است مردار ، طالب سگ است

هجو ممسکے حکیم حاذق چنیں بیاں کردہ :—

برکیر نویسی ارتو حاذق
حاجت نبود دوائے امساک

هجو مرزا امراللہ پسر خان خاناں که بعلت مشائخ مشہور بود چنیں گفته :

نه تنها من همیں گویم که امراللہ مفعول است
خدا فرمود در قرآں که امراللہ مفعولا

روزے ملا اظہری کور بتقریبے ایں دو بیت پیش یاراں خواند :—

دیدہ را بر رخ زیبائے تو حیراں کردم
عشق داند که بریں دیدہ چه احساں کردم

خواه با اظہری و خواه به بیگانه نشیں
من همیں شرم ترا بر تو نگہباں کردم

ملا شیدا سر از میان یاراں برداشته گفته : " اندھے کی جورو کا اللہ نگہبان "

گویند : وقتے کہ رایات عالیات بسیر کشمیر جنت نظیر عشرت اندوزی داشت - دراں جا شالے کہنہ در سرکار عالم مدار جمع شدہ بود ، حکم شد کہ چہارم حصہ بشاگرد پیشہ تنخواہ دھند * -
برات این نیز بند شد - پیش اسلام خاں دیوان اعلٰے رفتہ اظہار ابرام نمود - یساولاں بے حرمتش کردند - از پیشگاہ نظر راندند ، چنانچہ دستارش از سر افتاد - بانگ برداشت کہ : نواب سلامت ! عرضے دارم برائے خدا بشنوند - چوں نزدیک بردند ، گفت : " عزتی کہ من در دیوان شمایافتم - شما نیز در دیوان من خواهید یافت "
نواب تبسم نمود ، بر براتش دستخط معافی کرد - این چند بیت از فکر ہائے اوست :

مرا نیاز و ترا ناز ہر دو می‌زیبد
چنانکہ زیر و بم ساز ہر دو می‌زیبد

چوں غنچہ دل ز دوست جدا شد گرہ مرا
مژگاں بہم چو بند قبا شد گرہ مرا

پنجۂ اهل سخا در جانب دست گدا
وقت رفتن غنچۂ و هنگام برگشتن گل است

مرد غم را ز طرب تازہ دماغے نبود
خانہ آتش زدہ محتاج چراغے نبود

سادہ لوحی کہ بیک غمزہ دلم شیدا کرد
آنقدر مشق ستم کرد کہ خط پیدا کرد

* دہ نہایند

تو از تمکیں، من از حیرت، نہ ایمائے، نہ تقریرے
بداں ماند کہ ہم بزمست تصویرے بہ تصویرے

اگر گیسو بر افشانی، ہوا در مشک تر پیچی
و گر رخسار بنمائی شب ما در سحر پیچی

فسوں گرداند آں خاکے کہ ازوے بوے یار آید
شناسم بوے زلفت را اگر در مشک تر پیچی

خورم ز دست غمت خون ناب را تنہا
چنانکہ میکش مفلس شراب را تنہا

گہے بروے تو و گہ بسوے گل نگرم
کند مقابلہ کس چوں کتاب را تنہا

چو عندلیب بخواند کتاب خندۂ گل
تبسم تو بود انتخاب خندۂ گل

جفا نگر کہ بدیوان عشق میطلبند
ز آب دیدۂ بلبل حساب خندۂ گل

شہید حسرت آغوشت اے نازک بدن گشتم
بجاے موے سر در ماتمم بند قبا بکشا

عشق با حسن است در ہرجا بہر صورت کہ ہست
حلقہ گردد طوق قمری، گر شود در چوب سرو

۷۶ — **شادماں** از سلاطین زادہ ہاے قوم ککھر است ملک ایشاں
ما بین ملک پنجاب و حسن ابدال است۔ ترک منصب نمودہ

در وطن گوشهٔ انزوا اختیار کرده - طبع درست داشت - دیوانی ترتیب دادهٔ ، اما آنچه در صاحب سخنان ازوے مشهور است ، این بیت است :—

شاخ شکستهٔ گل ندهد لیک زلف یار
هر جا شکست خورد گل آفتاب داد

روزے شیخ عبدالعزیز عزت داروغهٔ عرض مکرر پیش فقیر نقل کرد کهٔ امروز شاه عالمگیر ازمن پرسید کهٔ شادمان سوائے این بیت کهٔ ذکر شد ، شعر دیگر هم خوب دارد ؟ بندهٔ عرض کرد کهٔ یک بیت اوازین هم خوب است و برجستهٔ :—

جز من کسے دگر ز سلاطین روزگار
سدے بروی بحر ز گوهر نهٔ بستهٔ است

فقیر گفت : " بادشاه ما شعر فهم نیست ، اگر جهانگیر بادشاه می‌بود ، می‌دیدند کهٔ کار بهٔ کجا میکشید - فخریهٔ بے مزهٔ چطور شعری بود ، در مقابل آن بیت عالمگیر بحضور بادشاه عالمگیر خواندند " شیخ تامل کردهٔ گفت : فلانی راست میگوئی ، خطاے عظیم بود -

۷۷ — میر شوقی ازوے غیر ازین شاه بیت دیگر بگوش نخوردهٔ :—

اسیر عشق و گرفتار قید تقدیرم
چو شیر از دو طرف میکشند زنجیرم

۷۸ — درین عصر میر محمد هادی شرر در ایران هنگامهٔ سخن‌وری را گرم دارد :—

بیاد نو گلے چون غنچهٔ شب دل تنگ بنشستم
سحر چون جیب صبرم چاک شد خود راهمان دیدم

فقیر سرخوش نیز ازاں قبیل بیتے رساند :—

دست در دامن معشوق زدم دوش بخواب
دامن خود بکفم بود چو بیدار شدم

۷۹ — میر شرف الدین حسین : عموی میر محمدزمان راسخ - مرد فهمیده بود - ایں بیت ازوست :—

حیرت نظر نه کردۂ چشم سیاه کیست
شور جنوں صدائے شکست کلاه کیست

۸۰ — میر شریف تر شیزی : یک رباعی او از زبان میر ماهر بگوش رسیده :—

پوشیدن چشم من بدیدن ماند
از پاے نشستنم برفتن ماند

پابند بهیچ مانده ام بر سر راه
چوں حرف که بر زبان الکن ماند

۸۱ — شکیب : نمی دانم کیست و کجائیست - دو بیت ازو بنظر در آمده از تازه گویاں می نماید :—

لبت بخنده نمک بر جراحت جاں ریخت
نمک ز تنگی جا از لب نمکداں ریخت

زمانه دفتر اوصاف حسن یوسف را
ز شرم حسن تو برد و بچاه کنعاں ریخت

۸۲ — شوکت بخاری : بسیار صاحب تلاش و خوش خیال بوده - معنی هاے تازه و نازک می بندد - از خاک توران همچو و در قرنها برنخاسته :—

هستی ز یک وجود بود کائنات را
باشد ز یک هوا نفس اهل حیات را

آمادهٔ فنا نکند زندگی قبول
دست روا ست رعشهٔ پیری حیات را

فزون گشت از سواد خط فروغ حسن جانان ر
صف این مور میل سرمه شد چشم سلیمان را

غریق بحر وحدت جلوهٔ کثرت نمی بیند
بزیر آب نتوان دید موج روی دریا را

همچو گندم ز عدم ساز سفر می‌بندم
نان ته کردهٔ خود را بکمر می‌بندم

از بحر قطع کردن نخل حیات تو
چون ارهٔ دو سر نفس اندر کشاکش است

خطے که بیاقوت تو نظاره پسند است
گردیست که از آمدن خنده بلند است

شهادت نامهٔ ما قصد دیگر نمی‌خواهد
برد مکتوب ما را چون دم تیغ تو بر گردد

سواد هند را میخانهٔ اندیشه میدانم
هنای پاے سبزان را مئے ته شیشه میدانم

در از بیگانگی شوخی بروے آشنا بندد
که از وحشت بشام دیدهٔ آهو حنا بندد

نیست از حسرت دیدار تو چشم خالی
نم اشکم چو هوا گشت نگه میگردد

دارد یک اصل کفر و اسلام
بادام دو مغز را دو گل نیست

نمک از خنده دارد بستهٔ لعل سخن گویش
ز شیرینی بود حلواے سوهاں چین ابرویش

می‌نماید گردش گردوں ضعیفاں را قوی
مور مارے حلقه میگردد بروے آسیا

بود موج تبسم جنبش گهوارهٔ نازش
خبر از گریه ام آں شوخ بے پروا کجا دارد

(ص)

۸۳ — **میرزا محمد علی صائب تبریزی :** در ملک اصفهان وس رستمی مینواخت ـ در تمام عالم آوازۂ شہرت اشعار گوهر عیار خویش نداخته ـ از زمانی که زبان بسخن آشنا شده، چنیں معنی یاب، خوش خیال، لند فکر، بررویے عرصه نیامده ـ در حین حیات دیوانش مشهور و شعارش عالمگیر بود ـ خوند گار روم وغیره پادشاهاں در نامه هاے ود از والی ایران درخواست دیوان او میکردند و شاه برسم حفه گی و هدایا میفرستاد ـ

در عهد شاه جهاں بهند آمده بود و بمنصب لائق و خطاب مستعد خان فتخر و مباهی گشته ـ با ظفرخاں در کابل بود ـ همراه او تا دکن سیر رد ـ باز بولایت رفت ـ با نواب جعفر خان نیز دوستی داشت ـ از لایت ایں بیت بنواب نوشت :—

دور دستاں را ببخشش یاد کردن همت است
ورنه هر نخلے بپاے خود ثمر می افگند

نواب پنج هزار روپیه صلۂ ایں بیت بزودی فرستاد ـ

قدرت سخن آفرینی و حدت طبع بحدی داشت که روزے راقم تخلص که ے از شاگردان او بود ـ مصرعے مهمل طور گفته آورد ـ :

از شیشه بے مے مے بے شیشه طلب کن

میرزا صائب بدیه پیش مصرع رساند ـ مصرع

حق را ز دل خالی از اندیشه طلب کن ـ

وقتے که با یاراں در راهے میگذشت، سگے نشسته دید ـ حالت سگ ین است که در وقت ایستادن سرنگوں و گاه نشستن سربلند

بامی‌شد - مصرعی بدیهه بر زبان راند - مصرع:

سگ نشسته ز ایستاده سر فراز تراست،

بعد ازاں بے تامل پیش مصرع رساند - مصرع:

شود ز گوشه نشینی فزوں رعونت نفس

در پیش مصرع فغانی تصرفے بجا کرده:

ببوییت صبحدم نالاں بگلگشت چمن رفتم
نهادم روے بر روی گل واز خویشتن رفتم

باعتقاد فقیر اکثر پیش مصرع همچو رسانده که اگر دیگرے ناسخ زند نتواند رساند - چنانچه گفته :—

لاله در کوه بد خشاں گرنباشد گو مباش
شمع بر خاک شهیداں گر نباشد گومباش

شانه در خط معنبر اے صنم داخل مکن
در خط استاد بے موجب قلم داخل مکن

همچنیں کارستاں در سخن بسیار کرده استادالبشر بود :—

نهاند نالۀ دل درد پیشه ما را
بسنگ سرمه شکستند شیشۀ ما را



ورق گرداند پرواز نشاط از دفتر بالم
بچشم انتظار افتاد دوران پریدنها



بر روے غافلان جهاں خندۀ سپهر
از رود نیل کوچه بفرعون دادن است



چوں قلم شد تنگ برمن از سیه روزی جهاں
نیست جز یک پشت ناخن دستگاه خنده ام

روے گرداں نشود صاف دل از دشمن خویش
آخر آئینہ ببالین قفس می‌آید

بحر رحمت را تصور کردہ بودم بیکنار
از غبار خط بدور عارضت حیران شدم

طاعت کند سرشک ندامت گناہ را
بارش سفید میکند ابر سیاہ را

زمین کان نمک گردیدہ است از شور سودایم
بجاے گرد مجنوں خیزد از دامان صحرایم

داغ فرزندی کند فرزند دیگر را عزیز
تنگ تر گیرد ز مجنوں در بغل صحرا مرا

بآئین تمام از خم شراب صاف می‌آید
عجب خیل پریزادے ز کوہ قاف می‌آید

نیست هر آئینہ را تاب رخ گلرنگ او
هم مگر آئینہ سازند از دل چوں سنگ او

تو و دلجوئی عاشق زهے اندیشہ باطل
غبار خط مگر آرد بیادت خاکساراں را

پیشانی عفو ترا پر چیں نسازد جرم ما
آئینہ کے برهم خورد از زشتی تمثالها

زینت خود ساخت دولت هر چہ را رد کرد فقر
مشعل شاہ از کهن دلق گدایاں روشن است

بچشم کم منگر جسم خاکساران را
کہ ایں غبار بدامان یار نزدیک است

نہ خط است این نمایاں گشتہ از طرف بناگوشش
کہ شد گرد یتیمی سایہ افگن از در گوشش



ز شست صاف در دل بگذرد گرم آں چناں تیرش
کہ از بوے و کباب افتد بفکر ز خم نخچیرش



هر کہ را بینم سرے دارد بپاے یار خویش
از براے تیر آہ من کمانے میشود



بیک کرشمہ کہ در کار آسماں کردی
هنوز می‌برد از شوق چشم کوکبها



بر کف دست اگر موے بروں می‌آید
میرسد دست بموی کمر یار مرا

پاک طینت را کمالے نیست دانشور شدن
هیچ حاجت نیست خاک کربلا را زر شدن

میرزا صائب اشعار دل پذیر عالم گیر بسیار دارد تا کجا نوشتہ آید :—

روزے در مجلس میر معز موسوی خان نشستہ بودم سوداگرے از ولایت آمدہ۔ ظاهر ساخت کہ میرزا صائب وفات یافت ۔ میرمعز وغیرہ اعزہ کہ آں جا حاضر بودند افسوسها خوردند ۔ فقیر گفت : " صائب وفات یافت " تاریخ رحلتش بے کم و زیادہ می‌شود ۔ میر حساب کرد ۔ درست آمد۔ فرمود : مگر پیش از مرگش فکر کردہ بودی " گفتم : دو سال پیش ازیں تاریخ فوت حکیم " صاحب و فات یافت " یافتہ بودم ، در حو

یاتفاوت دو سال لحاظ نموده فی الفور گفتم ، بهر دو تاریخ تحسین ها کرد "

گویند مرقدش در باغچه پراز ریاحین بر کنار رود واقع است صاحب سخنے دراں جا رسیده ایں بیت نوشت :—

اے صبا آهسته پا برگهاے غنچه نه
پاسباناند گلها صائبا خوابیده است

۸۴ — **میر صیدی** در زمان شاه جہاں بادشاه بہندوستاں آمده - غلغلۂ ایں مطلع که ذکر خواهد شد ، در سخنوران پایه تخت انداخت - بر سر دروازۂ سراے بیگم جا گرفت - روزے بیگم بر سواری عماری فیل سوار ازاں دروازه براے سیرباغ صاحب آباد گذشت - از بالاے بام ببانگ بلند بر خواند :—

برقع برخ افگنده برد ناز بباغش
تا نکهت گل بیخته آید بدماغش

بیگم شنیده خوش وقت شد ، پانصد روپیه صله عنایت فرمود - دیوان رنگین - و اشعار پر مضامین دارد - گویند روزے برلب جوے بایاران صاحب سخن نشسته تماشاے ماهیاں میکرد ، ایں مطلع از طبعش سرزد :—

ازیں خود کام یاراں رنگ الفت می برد ما را
که بهرصید ماهی خشک می خواهند دریا را

قضا را ماهئے برجست و در دامنش افتاد - آں را صلۂ ایں شعر من جانب الله انگاشته ، بشگون نیک برداشت روز دیگر طرح ضیافت ایں عطیه انداخت - فقیر نیز مطلع طابق النعل بالنعل رساند :—

از ایں بیرحم صیاداں رهائی کے بود ما را
کہ آتش میزنند از بهریک نخچیر صحرا را

مقبول طبائع گشت۔ مکرم خاں خلف نواب شیخ میر سپہ سالار
شاہ عالمگیر بیک دست خلعت فاخرہ ایں منتظر فیض الہٰی را نیز
سلی بخشید۔ حسن مطلعش را نیز جواب با صواب گفتم :—

صیدی براہ انتظارش گر گدازد تن چہ خواهد شد
ز اعضا چشمی و پائے ز نرگس بس بود ما را

سرخوش ز اسباب طرب چیزے دگر میکش نمی‌خواهد
همیں دستے و جامے همچو نرگس بس بود ما را

سوائے ایں یک بیت دیگر خوش ادا تر گفتم کہ همہ صاحب
سخناں خوش کردند :—

بہ گلزارے کہ بیند ناز عرض لشکر حسنش
تماشا کن شکست فوج فوج رنگ گلها را

صیدی :

از باغ رفتی و دل بلبل ز نالہ ریخت
گل را شراب رنگ تمام از پیالہ ریخت

بے تو بلبل میکشد دنبالہ آهنگ مرا
بوے گل تعلیم تمکیں میدهد رنگ مرا

در غبار دل هوسهارا نهاں کردیم پاک
در حیات خویش بردیم آرزوها را بخاک

سر گشتگی بطالع من باب کردہ اند
یک مے بساغر من و گرداب کردہ اند

عجب دارم از طالع ساغر خود
کہ در ساختن نیز گردیدہ باشد

سوخت رشک شعلہ شمعم کہ در راہ طلب
از نظرها کردہ پنهاں جادۂ پیمودہ را

کم طالعی نگر که من و یار چوں دو چشم
همسایه ایم و خانهٔ هم را نه دیده ایم

کشتهٔ ناز تو آرام نمیداند که چیست
گر بخاکش کنی آسودگی از خاک رود

ز بسکه حسن تو هر ذره را برنگی سوخت
توان شناختن از هم غبار سوختگاں

در جهاں بود ازیں بیش نشاطے و کنوں
ما مکافات کش عشرت آں یارانیم

ندیدم جز قفس جاے دگر تا دیده ام خود را
همیں در ریختنها کرد پروازے پر و بالم

در بزم او مجال نشستن نیافتم
چوں نرگس ایستاده کشیدیم جام را

مرا شرم محبت بسکه دور از بزم او دارد
سخن گر روبرو گوید بمن پیغام میگردد

بعد مرگ افتان و خیزان در هواے کوے او
استخوانم چوں پر افتاده آید سوے او

۸۵ — حکیم کاظم مسیح اللسان خطاب صاحب تخلص :

استاد فن ـ اکثر شعر را بطرز مولوی میگفت ـ دیوانے ضخیم تر از رطب * و یابس ترتیب داده ، بر پشت سر ورق دیواں تصویر خود نقش کرده صورت و معنی خویش را جلوه در عالم میداد ـ مثنویهاے متعدد دارد ـ هر یکی را نام خوشے نهاده : آئینه خانه ، پریخانه ، صباحت یوسفی ملاحت احمدی ، گل محمّدی مجموعهٔ کلیات را بانفاس مسیحی موسوم ساخته ـ بر طبع و استادی خود مغرور بود ـ از غایت بر خود غلطی اکثر شعر پوچ و بے معنی میگفت و از مردم چشم تحسین میداشت ـ

---

* یعنی تر و تازه

گویند : روزے میر صیدی بدیدنش آمد ، او در خانه بکارے مشغول بود ۔ میر ساعتے بنشست ۔ دیوانش بر رحل مصحف بتعظیم تمام نهاده بودند ۔ بکشود و نگاهے کرد و برخاست و رفت ۔ حکیم چوں برآمد و شنید که میر صیدی آمده بود ۔ بمیر سامان خود گفت که چرا نگفتی که تا برآمدن من بمطالعهٔ دیوان من مشغول و محظوظ باشند ۔ بایں تقصیر چند کره بآں بیچاره زد ۔ ایں خبر بمیر صیدی رسید ۔ چوں در دربار باهم دو چار شدند ۔ حکیم عذرخواهی کرد که چرا ساعتی دیگر انتظار من نکشیدید ۔ و زود برخاستید ۔ بارے دیوان من آنجا حاضر بود بنظر گذشته باشد محظوظ شده باشید ۔ میر گفت : دو سه صفحه دیدم اما عجب انصاف ست شعر شما بگوئید و صله میر سامان بیابد :—

قدح پر کرده اشکے زاں بت پیماں شکن دارم
گل ابرے بمژگاں یادگارے زاں چمن دارم

دلے دنبال چشم او رماں از خویشتن دارم
پئے آهو چو آهو می دود ایں دل که من دارم

غافل آمد در برم آں شوخ بے پروا نشست
می‌طپد در سینه دل ترسم خبردارش کند

پیر تر هر چند گردم ، شوخ تر خواهم شدن
ایں کماں چوں حلقه گردد چشم آهو می‌شود

در گلستاں بارها بر چشم تر مالیده ام
برگ گل نبود شناسم گوشهٔ داماں کیست

ما بخود دوست ندیدیم کسے را هرگز
که دعا کرد بدام تو گرفتار شدیم

رباعیات

بر لاله خطے کشیدگاں سنبل مو است
گل را بگلاب شستگاں صفحهٔ رو است

عالم همه اوست لیک نتواں گفتن
شه را بسر انگشت نمودن نه نکو است

ما را بخدائے خویشتن راھے ھست
در ظلمت تن نور شہنشاھے ھست

چشمک زدن ستارہ بے چیزے نیست
در پردۂ عنبرین شب ماھے ھست

پوشی اگر اطلس و اگر باشی عور
کو آنکہ ز نزدیک بہ بیند یا دور

شرم از کہ کنی دریں حصار نیلی
در خانۂ تاریک چہ بینا و چہ کور

۸۶ — **آقا صادق** دانش مند خانی فاضل کامل بود ۔ میرزا محمد علی ماھر پیش او شعر میگذ رانند ۔ گاھے فکر سخن ھم میکرد و ساقی نامۂ رنگیں دارد ۔ ایں بیت ازو است :—

رحم می آید مرا بر بلبل آں بوستاں
کز نزاکتہاے گل فریاد نتوانست کرد

۸۷ — **صبوحی :** خوش فکر بودہ ازیں بیتش قماش سخنش ظاھر است :—

غمم افزوں شود چوں دیگراں گریند بر حالم
بلے دریا فزوں میگردد از باران ساحلہا

۸۸ — **صامت** سوداگر : در زمان شاہ عالمگیر بہند آمدہ' دیوانے مختصر موافق فکر خود ترتیب دادہ ۔ ایں دو بیت ازاں جملہ بکار می آید :—

شگفتن غنچۂ بے رنگ و بو را میکند رسوا
ھماں بہتر کہ دست بے کرم در آستیں باشد

ما را نگہ چشم تو از چشم تو خوشتر
بادام صفائے گل بادام ندارد

(ض)

۸۹ — میر ضیاءالدین دهلوی : خوش اندیشه بود ، یک دو صحبت در اوائل جلوس عالمگیری او را در قهوه خانهٔ دهلی کهنه با مرزا علی رفیق دیده ام ، مرد عزیزے بود :—

نشسته در طلب دل إرباے خویشتنم
چو چشم می‌پرم اما بجاے خویشتنم

جاده همراهی من تا به لب دریا کرد
عاقبت همره کوته قدمم تنها کرد

هر که با جاناں نشد سر گرم با آرام نیست
خالی از آسیب نبود شیشه تا در جام نیست

گه دهان یار می‌بوسم ز مستی گاه چشم
پیش مستاں هیچ فرق از پسته تا بادام نیست

———

(ط)

۹۰ — **طالب آملی**: صاحب طبع و صاحب کمال و خوش فکر و خوش خیال بود ـ اشعار عالمگیر بسیار دارد ـ مرزا صائب و غیر سخن سنجان او را باستادی قبول داشتند و این مطلع ازو مشهور است :—

بتن بویا کند گلهاے تصویر نهالی را
بپا بیدار سازد خفتگان نقش قالی را

هیچ کس بجنگ این بیت بر نتوانست آمد ـ براے این مصرع مدتها فکر کرده ، پیش مصرع رسانده :—

ز غارت چمنت بر بهار منتها است
که گل بدست تو از شاخ تازه تر ماند

جسم از غم فر بهم نزار است
یک برگ گلم دو جامه وار است

آبم بکن اے شرم بنزدیکی آن کوے
شاید بغلط یار ز من دست نشوید

هر سنگ که بر شیشه زدم نقش تو بگرفت
آنهم صنمے بهر پرستیدن من شد

گرمی عجب ز خوے تو نبود که در جهاں
هر آتشے که مرد بخوے تو جاں سپرد

خواستم تا سینه بخراشم بناخن جسم زار
درمیان پنجه ام مانند مو در شانه ماند

لب از گفتن چناں بستم که گوئی
دهن بر چهره زخمے بود به شد

مرا کیفیت آں چشم کافیست
ریاضت کش به بادامی بسازد

اشتهار بهمین قدر اکتفا نموده شد والا سخنان و ابیات پر مضامین بسیار دارد -

۹۱ — **طیبی** : صوفی مشرب بود - بیشتر رباعی گفته

رباعی :

اے دل سفرے ازیں جهان دوں کن
از بهر گذار رخنه در بیروں کن

در خانهٔ تاریک ازیں بیش مخواب
بنگر که چه وقت است سرے بیروں کن

در خواب که جهاں من شیدائی
چشمے نکشودم از سربینائی

دیدم که درو نبود بیدار کسے
من نیز بخواب رفتم از تنهائی

۹۲ — **ملا طغرا** : شاعر خوش فکر ومنشی طبیعت بود - بیشتر در انشا پردازی اوقات بسر برده - در تعریف راه کشمیر و شهر آں رسالها نوشته :—

خوش آں ساعت که بزم آرانشینی برلب جوئے
خط پشت لبت چشم قدم را گردد ابروئے

آبرو میرود از دست بآمد شد غیر
چوں حباب از همه جانب ره کاشانه به بند

۹۳ — **مرزا نظام الدین طالع** : از مستعدان زمانه است و در جمیع فنون و علوم یگانه - از بس دعوی همه دانی دارد همتش تنها بفن شاعری سرفرو نمی آرد - از تحقیق و تصوف نیز بهره مند است فقیر را با و اخلاص و اتحاد بمرتبهٔ کمال بود -

سر خوش : دل بهر کمالات پریشاں چه کنم
کافیست مرا نشهٔ عرفاں چه کنم

مرزاے نظام دین طالع همه داں
من سر خوش بیچاره یکے داں چه کنم

چند روز بربعضی گفتگوها شکرآبی درمیان آمده بود ، بایں رباعی خاطر او خوشنود ساختم - سرخوش :—

تو صوفی صاف صاحب تمکینی
تو هادی کامل و حق آئینی

من مخلص تو بجان و تو مشفق من
من بنده چو خسرو تو نظام الدینی

مرزا قطب الدین مائل برادر کلانش شبے از راه استهزا و خوش طبعی گفت ایشاں خود لیاقت سلطان نظام الدین شدن دارند و پر ظاهر است شما درجهٔ کمال خسرو دارید گفتم : ایشاں نظام الدین اولیاء خواهند بود - مرا خسرو شدن چه قدر بعید است - قصیدهٔ در نعت گفته بود ، می خواند ، بایں بیت رسیده :—

فخر دارم بر جنید و شبلی و بر بایزید
از جنابت تا مراگشته نظام الدیں خطاب

محمد اخلاص وامق تخلص حاضر بود ، گفت : " از جنابت خود برآئید - بعد ازاں فخر کنید -

در موسم خرپزه سرد هاے خوب میفرستاد ایں رباعی گفتم :—

از خرپزه هاے بخشش مرزایم
چوں جان شیریں شده است سرتا پایم

در شکرش خواستم زباں بکشایم
چسپید ز شیرینی آں لبهایم

روزے ایں بیت حافظ شیراز در نخبۂ میخواندند ، طرح کردیم ۔ حافظ :—

مزرع سبز فلک دیدم و داس مہ نو
یادم از کشتۂ خویش آمد و ہنگام درو

لاادری : تخم دیگر بکف آریم و بکاریم ز نو
کانچہ کشتیم ز خجلت نتواں کرد درو

سرخوش : ہرکس انبار کند خرمنے از گندم وجو
من ناکاشتہ تخمے خجلم وقت درو

طالع : تا شدت رنج دوئی حاصل ایں گندم وجو
انچہ ناکاشتۂ مفت تو ہنگام درو

در نسخہ ہائے دیگر چند بیت از زادہ ہائے طبع ایشاں نوشتہ شد ۔ دریں نسخہ کہ ناسخ جمیع مسودہ ها است و اکثر شعر و شعرا دریں کم و کاست شدہ اند ، اشعار ایشاں بسبب طرز قدیم راست براست گفتن بر افتاد ۔

۹۴ — محمد طاہر : معلوم نیست کہ کیست :—

لطف دشنام تو تسکین دل مدہوش است
آتش از آب چہ گرم و چہ خنک خاموش است

———

(ظ)

۹۵ — **ظهوری**: ترشیزی - در بیجاپور دکن علم خوش خیالی افراخته - در نظم و نثر ید بیضا داشت - صاحب طرزخاص بود - نورس و خوان خلیل و گلزار ابراهیم بنام ابراهیم عادل شاه بسیار خوب نوشته - و در ساقی نامهٔ که بنام برهان نظام الملک گفته، داد سخنوری داده - همت خان بشوق این خمکده قرار داده - قریب صد و بیست ساقی نامهٔ سخن سنجان تازه گویان جمع کرده کلام هیچ کس بآں نرسید - مگر ساقی نامهٔ فقیر سر خوش بارے پهلو بآں زد -

گویند وقتے که پیش نظام شاه در احمدنگر فرستاد باوجود نا آشنائی سخن بادشاه کریم چند زنجیر فیل پر از نقد و جنس صلهٔ آں فرستاد - در قهوه خانه نشسته تنباکو میکشید، فرستادها قبض الوصول خواستند - قلم برداشت و بر پرچهٔ کاغذ بر نگاشت که ,, تسلیم کردند، تسلیم کردم ،، و فقیر که برائے همت خان گفته، آں اسپ و خلعت یافت که پیشتر مذکور شد - من همنام آں بے چیز را دور کرده جمیع مدحهارا بنام شاه عالمگیر درست کردم که نمکش می خورم - اگرچه او نیز نشنیده - و اگر می شنید، هم عطا معلوم - اما ادائے حق نمکش کرده باشم -

ظهوری یک چند از وجه کتابت قوت بهم رساند - کتابت روضة الصفا را صد کرت نوشته و فروخته از زادههائے طبع اوست -

چشم را پردهٔ خود کرده بدیدن رفتم
پنبه در گوش نهادم بشنیدن رفتم

سجدهٔ دایمی بود تمنائے جبیں
کرد پیری مدد اینک بخمیدن رفتم

از دم تیغے مگر تن بطپیدن دهیم
سرمهٔ حیرت کشیم دیده بدیدن دهیم

بند نقابے کشیم ، تیغ و ترنج آوریم
یوسف یعقوب را کف ببریدن دهیم

چراغ عاریتی تاریکی زیادہ کند
بروشنائی شب‌هاے تار سوگند است

ذوق حسنش بر تماشاے گل رخسار داشت
گرنمی بردند زور آئینہ با خود کار داشت

دل پر از سوز محبت داغدار افتادہ ام
لالہ زار از دیگراں در شعلہ زار افتادہ ام

سر بلندی میکند دعوی گواہ افتادگی است
از عزیزانم دلیلم اینکہ خوار افتادہ ام

بجگر تشنگی خضر دلم میسوزد
کہ ز سر چشمۂ تیغے دم آبی نکشید

بحذر میگذر از خاک جگر سوختگاں
دست بیروں نکشد شعلۂ دامنگیرے

(ع)

۹۶ — **عرفی شیرازی** : از مستعدان زمانه بود - در قصیده گوئی و غزل پردازی یگانه - اشعارش بسبب اشتهار ایراد نیافت - بر همین بیت خوش گاه ناصرعلی اکتفا نمود -

من ازین درد گرانمایه چه لذت یابم
که باندازهٔ آن صبر و ثباتم دادند

در مداحی ابوالفتح گیلانی و نواب خان خانان سپه سالارزرها یافت درسن سی وشش سالگی در سنه تسع و تسعون و تسع مائة در لاهور گذشت - و همان جامدفون گشت " استادالبشر وهادی کلام عرفی شیرازی " تاریخش یافتند - از غایت اعتقاد که بجناب مفترض الطاعة علی المرتضیٰ داشت بشوق مرقدش این بیت در قصیده بصد اشتیاق گفته بود -

بکاوش مژه از گور تا نجف بروم
اگر بهند بخاکم کنند ور بتتار

میرصابرصفاهانی بعد از سی سال نجف اشرف او را رساند - ملا رونقی همدانی تاریخ یافت -

یگانه گوهر دریاے معرفت عرفی
که آسمان پئی پرورش صدف آمد

چو عمر او بسر آمد ز گردش دوران
شکست بر صف دلهاے پرشغف آمد

بگوش چرخ رسانید حرف جان سوزی
که عمرم از تو چو در معرض تلف آمد

بکاوش مژه از گور تا نجف بروم
فگند تیر دعائے و بر هدف آمد

رقم زد از پئی تاریخ رونقی کلکم
" بکاوش مژه از گور تا نجف آمد "

گویند این رباعی در حالت نزع گفته :—

عرفی! دم نزع است و همان مستی تو
آخر بچه مایه بار بر إبستی تو
فرداست که دوست نقد فردوس بکف
جویای متاع است و تهی دستی تو

۹۷ — آبروے هندوستان میاں ناصرعلی : از اهل هند سخنور بلند خیال معنی یاب ، ذوالهمت و الکمال همچو او بر نخاسته هربیتش چون ابروان دلبران بخوبهای مثل و هر مصرعش چون قامت معشوقان برعنائی ممتاز و بے بدل - اشعار بلاغت شعارش عالمگیر ، و فکرهاے تازه اش یکی از یکی بے نظیر - در ایران صائب است و در هند ناصرعلی - سواے شعر حسن خلق ، و دل گرمی و خدا شناسی ، و همت و سخاوت واستغنا ، و بے پروائی بمرتبۂ دارد که در هیچ مخلوق دیده نمی شود ، چنانچه خود فرمود :—

از سخن مارا دماغ دیگر است
چون صدف مغز سرما گوهر است

در اوائل شهرت همت خاں خواهش دیدنش کرد - بوساطت میرزا محمدعلی ماهر رفت ، بعد شعر خوانیها بتقریبی گفت که در مردم مغلیه ما خوب رسمیست که یاراں در خانۂ یک دیگر مهمان می شوند - امروز من بخانۂ یارے خورم و فردا یار بخانۂ من خواهد خورد - مردم هند رکیک طبع اند که از غایت خست بخانۂ خود پنهاں شده میخورند -

ناصرعلی گفت : مغلاں نان را بقرض می دهند و اهل هند ازیں شیوه عاردارند - همت خاں برهم خورد -

روزے همراہ سیف خاں کہ با او بسیار دوستی داشت ، بخانۂ خان جہاں خاں بہادر کوکلتاش رفت ، چوں تکلیف شعر خوانی کرد ایں بیت خواند :—

اهل دنیا را ز غفلت زندہ دل پنداشتم
خفتہ دائم مردگاں را زندہ می بیند بخواب

نواب پنج هزار روپیہ گذرانید ، قبول نکرد - ورو بسیف خاں کردہ گفت : بآں بزرگ می باشم - هرگاہ گرسنہ میشوم از مطبخش شور باے میرسد " فقیر در تعریف همتش گفتہ :—

ختمست بهمت علی بذل و عطا
از چهرۂ او عیاں نور سخا

گر صورت آدمی گرفتے همت
میگشت بصورت علی جلوہ نما

از یاران قدیم فقیر بود - از خورد سالی یکجا باهم مشق سخن میکردیم - و صحبتها میداشتیم - ایں شعر حسن بیگ رفیع مناسب حال من واو است :—

طالع شهرت رسوائی مجنوں بیش است
ورنہ طشت من و او هر دو ز یک بام افتاد

بقدر استعداد خود در هندوستاں دستگاهے نیافت - در زمان بے فیض واقع شد ، والا ایں چنیں نازک خیال می باید کہ ملک الشعراے عصر باشد - ایں رباعی فقیر در وصف او شاهد کمال اوست -

سر خوش : در ملک سخن بود جهانگیر علی
در مشرب دل ولی علی سر علی

با شعر علی نمی رسد شعر کسے
ز انسانکہ خط کس بخط میرعلی

آخر عمر باشارۂ مجذوبے مسلوب‌العقل گشته در دار الخلافۃ بدعوائے قطبیت اقامت ورزید - جنون ساخته بهم رساند و دم از دوستی بوعلی قلندر میزد - و شوخیها میکرد - قریب شصت سال عمر رساند - بیستم رمضان سنه ۱۱۰۸ھ در گذشت - در راه سلطان‌المشائخ مدفون گشت - فقیر تاریخ رحلتش یافته :—

وارسته علی بهمت بے پروا
از راحت و رنج دهر مستغنی رفت

دائم چو توجهش سوے معنی بود
دل کنده ز صورت کدۂ هستی رفت

روزے فقیر در اوائل مشق با و گفت که بعضے مردم میگویند که مسودۂ اشعار ملا ندیم بدست ناصرعلی افتاده ، آنرا بنام خود میخواند - گفت : امتحان شاعر طرح غزل است بیائید باهم غزلے طرح کنیم این غزل درپیش بود : آب ایستاده است آفتاب ایستاده ست،، اول فقیر در میدان تاخت و این مطلع بدیه گفت -

سرخوش : تن زاشکم تا بگردن غرق آب ایستاده است
سر بروے او عیاں همچوں حباب ایستاده است

میاں ناصرعلی حسن مطلع رسانده جواب مدعیاں بایں عبارت ادا کرد :—

اهل همت را نشاید تکیه بر بازوے کس
خیمۂ افلاک بے چوب وطناب ایستاده است

روزے گفت : در تمام عمر به ازیں شعرے نگفته‌ام ، چیزیکه بمن داده اند - همیں بیت است باعتقاد خود به از همه شعرهاے خود میدانم :—

تو چوں ساقی شوی دردے تنک ظرفی نمی‌ماند
بقدر بحر باشد وسعت آغوش ساحلها

فقیر گفت : قریب باین معنی بیتے دارم اما داخل انتخاب خود نکردہ‌ام :—

عشق بخشد انبساطے در دل غم پرورم
همچو مه بالد بقدر باده بر خود ساغرم

اگرچه اشعار میاں ناصر علی از انتخاب مستغنی است و باعتقاد فقیر هرچه گفته، خوب گفته اما این چند بیت خوش کرد میر معز مو سوی ست :—

وحشتم ازدل هر ذره نمایاں کردند
آنقدر جمع نبودم که پریشاں کردند

جادۂ راه محبت که دم شمشیر است
نفس سوختۂ بود که پنہاں کردند

یک شهر چشم خوش نگهاں فرش راه اوست
آنجا که سرمه گرد کند جلوه گاه اوست



بمحفلے که حریفاں بیاد حق مستند
نفس زدی و چو آئینه بر تو در بستند

توبه هارا نفس باز پسیں دست ردا ست
بیخبر ! دیر رسیدی در منزل بستند



عرق شد پز تو شمع از خجالتها چه حسنست این
بهر محفل که باشی خوشۂ تاکست فانوسش

شکرلب صید بندی طوطی مادر کمیں دارد
که چوں شان علی لبریز شیرینی بود دامش

هوائے ابر ز خودمی برد مرا امروز
چو برق جسته ام از حالی گرفتن خویش

جفا جوئی که صحرا را برقص آورد نخچیرش
زسیلیهای خون من سیه تابست شمشیرش

علی از اضطرابم کام دل حاصل نمی گردد
خطا شد بارها از بیقراریهاے من تیرش

کریم را نرسد بهرهٔ زمایهٔ خویش
هما چگونه نشیند بزیر سایهٔ خویش

در وادی که تیره شبم جلوهٔ نمود
نور هزار شمع زبان غزال داشت

روشنی کم میکند در ظلمت کاشانه‌ام
هست خال چهرهٔ زنگی چراغ خانه‌ام

اگر آں هلال ابروبمیاں نشسته باشد
مه نو بچشم مردم مژه شکسته باشد

چساں تصویر حال خود کنم پیش سیه چشمے
که گردد شمع خاموش از نگاه سرمه آلودش

رم خوردگاں تجرید جائے که برق تازند
پادر حنا نشاند رنگی بخویش بستن

چرخ سیلی خوردهٔ طوفان استغناے ما است
در غبارشب مه نو نقش پشت پاے ما است

بجزمن کسوت دیگر نپوشد آفتاب من
زدرد خویش دارد شیشه چوں اخگر شراب من

یکے شد همچو صاف و درد من روز وشب عالم
ز بس لرزید چرخ شیشهٔ رنگ از اضطراب من

همت درویش از منعم شدن کمتر شود
از چکیدن باز ماند قطره چوں گوهر شود

بیاا ے نور چشم پاکبازاں رنگ سیمایت
که چوں نرگس درون دیده خالی کرده ام جانت

مثنوی در بحر یوسف زلیخا بسیار رنگین و طرز تازه گفته :—

نخفتم یک شب از خندیدن دل
که دیر سومناتم بود منزل

بتے میگفت پنهاں با برهمن
خدائے من توئی اے بندهٔ من

مرا بر صورت خویش آفریدی
برون از نقش خود آخر چه دیدی

در همان مثنوی در تعریف و ارستگاں گوید و خوش کاهش بود

به دنیا و به عقبیٰ درستیز اند
چو برق از هر دو جانب میگریزند

مرد پیرے از یاران قدیم او که نامش بردن باعث ریشخند او تا ابد است در مطلع این مثنوی تصرفی کرده پیش فقیر خواند و فقیر انچه جوابش گفته بنظم در آورده :—

علی آں پیشوائے خوش خیالاں
چو شد در مثنوی کلکش در افشاں

رساندش پایه در معنی معراج
بود ایں مطلع آنرا درة التاج

الہیٰ ذرهٔ دردے بجاں ریز
شرر در پنبه زار استخواں ریز

دریں مطلع نمود از احمقیها
یک از پیران جاهل دخل بیجا

که باشد پنبه نرم و استخواں سخت
کجا آں نرم را نسبت بآں سخت

بتغییر حروف چند فی الفور
درستش کرد در زعم خود ایں طور

الٰہی ذرہ دردے بتن ریز
شرر در پنبہ زار موی من ریز

من ایں حرف از زبانش چوں شنفتم
چو گل خندیدہ بر رویش بگفتم

چرا آں حاجت از حق خواهی اے یار
تواندم کرد من هم ایں قدر کار

کہ مشت خس بآتش بر فروزم
همہ موی سر و ریشت بسوزم

سزاے آنکہ در شعر بلندے
کند زانگونہ دخل ناپسندے

مناسب تر دریں هنگامہ افتاد
بر اهل سخن ایں بیت استاد

چراغی را کہ ایزد بر فروزد
هر آں کو، تف زند ریشش بسوزد

۹۸ — **عظیما**: نیشاپوری صاحب معنی بودہ، در هندوستان نیامدہ غزل سلسلہ بند او مشهور است و آں بیت دریں غزل مقبول

گفت جسم لاغری را از غضب خواهیم سوخت
گفتمش من سوختم درباب خاکستر چہ گفت

و یک بیت بر جستہ اش از زبان میر معز شنیدہ ام - و میر جوابش گفتہ، هر دو قلمی می شود -

ناخن زدم بشیشۂ و بر سنگ کعبہ خورد
نزدیک بود راہ و نشاں دور دادہ اند

میر: نزدیک شد کہ کعبہ فلاخن نشیں شود
گوئی ترا نشاں بکہ از دور دادہ اند

۹۹ ــــ **آقا عظیما:** " دیوان بیوتات " لاهور بود خوش فکر و صاحب تلاش است من اشعاره

دا غهاے تازہ از نخل تنم گل کرد و ریخت
او بگل چیدن نیامد گلشنم گل کرد و ریخت

خراش باطن مارا دل ناشاد میداند
زبان تیشۀ فرهاد را فرهاد میداند

بطفلی دادہ ام یا دوستی دل را کہ از شوخی
رود گر عالمے برباد کاغذ باد میدانند

برنگ گرد میگردم پئی رم کرد صیادے
کہ در دنبالۂ خود سایہ را صیاد میداند

۱۰۰ ــــ **شیخ عبدالعزیز عزت:** فاضل کامل بود سلیقۀ سخنورے نیز درست داشتہ۔ توجہ پادشاہ جوهر شناس در صدد تربیت او مصروف بود میخواست کہ بمرتبۀ سعداللہ خانی رساند۔ زندگانیش وفانہ کرد۔

یک لحظہ دل زنالہ نخواهد فراغ ما
آتش ز سنگ سرمہ نہ گیرد چراغ ما

مگو کہ بسمل تیغ تو از رمیدن رفت
کہ راہ صدرم وحشت بیک طپیدن رفت

مجوی راز تجلی ز مست عالم نور
کلیم را بگلو سرمہ کرد آتش طور

ز بس نگاشتہ ام سرد مهری گردوں
کند زنامہ من بال اگر پرد کافور

شعار کار کشایاں ملال خاطر نیست
گرہ چگونہ کند جا بر ابروی ناخن

چشم طنازش زبیم سرزنشهاے حیا
پردۂ مستی کند بیماری پیوستہ را

راز دلخستگیم هست زپیکان تو فاش
عرض حالم نکند هیچ زبان بهترازیں

وقتے کہ ایں مطلع برجستہ را فرمود

صدائے بر نمی خیزد کہ شد بسمل ز نخچیرش
مگرزد آں شکار افگن بسنگ سرمہ شمشیرش

عزیزے دخل کرد کہ تیغ بر سنگ کشیدن مصطلح است "برسنگ زدن" جاے بنظر شریف در آمدہ باشد گفت : ظاهرا جائے دیدہ باشم اما حجتے از اشعار سلف میخواست محمد سعید اعجاز از دیوان سلمان ساوجی بر آورد -

چوں زند برسنگ تیغ آں شوخ خوش می آیدم
آب چوں گردد بروے سنگ گردد خوشگوار

۱۰۱ — باقر باڈی سوداگر نیز **عزت** تخلص میکرد - مرد غریبے بود آں قدر عزت نداشت -

موسیٰ بکوہ طور کہ جاگرم داشتہ است
دستے بآتش دل ماگرم داشتہ ست

بے غنچہ دلے را بچہ درد نداني
بے سیل غم حال رخ زرد نداني

تارام نہ گردد بتورم دیدہ غزالے
دزدیدہ نگاهے کہ بمن کردی نداني

۱۰۲ — خواجہ عبدالرحیم **عابد** تخلص مشق سخن بسیار کرد دیوانے ترتیب دادہ - یکے از مریدان ایشاں بیتے کہ ایشاں در مذمت درویشاں هند گفتند - بفقیر رسانید :—

دانهاے سبحہ را مانند درویشان هند
گریکے را سوی خود خواند کسے صد میرسند

فقیر چون خادم درویشان هند است از راه غیرت این معنی را این قسم صورت داد و معقول بربست :—

بپوشنگ دانهای سبحهٔ درویشان هندوستان
اگر صد را کسے خواند بجز یک یک نمی‌آید

۱۰۳ — **ملاعلی قمی :** در هند نیامده - یک بیت او عالمگیر است :—

کشد که از سر ما فتنه دست بر دارد
بهر دیار که رفتیم آسمان پیدا است

۱۰۴ — **خواجه عبداللّٰه عرفان :** طبع رسا دارد ، شعر محققانه میگوید - اما جنون بر دماغش غالب است - از زادهای طبع اوست :—

جدا از خود چه میجوئی توهم کرد مهجورت
اگر معنی همین معنی ، و گر صورت همین صورت

۱۰۵ — **عارف لاهوری :** شاعر ماهر ، صاحب فکر و تلاش بود :—

بے برگی منعم بود از کثرت سامان
لب تشنگی بحر ز بسیاری آبست

نامهٔ شوق مرا قاصد بجانان می‌برد
در قضاے نامه چشم من چونقش خاتم است

خستهٔ هجران او دل بستهٔ جان کندن است
مرغ بسمل گشته را پرواز از خود رفتن است

نه دانستم این که دلها کرد بیتاب
کزو افتاد فکر من بگرداب

ز تاب جلوهٔ سرو روانش
گره افتاد در موی میانش

رشتهٔ حلاج را رسم رسن داری نبود
خانه بردوش فنا سامان داری هم نداشت

تیزی مژگان خون ریز ترا حاصل نکرد
تیغهاے آهنیں هر چند سر بر سنگ زد

۱۰۶ — **عامل** : از شاگردان مرزا صائب است - یک بیت او از میر معز شنیده شد :—

چه یارے بهتر از کردار خیر اندیش میخواهی
چه حسنے بهتر از حسن سلوک خویش میخواهی

"غ"

۱۰۷ — **میر برهان غروری:** صاحب تلاش بود - یک بیت او در سفینهٔ کسے بنظر در آمده :—

بهر زیب تن ز دل میخواستم گلهاے داغ
صد چمن برهم زدم تا یک قفس آراستم

۱۰۸ — **محمد طاهر غنی** : صاحب طبع عالی بود پایهٔ سخن وری را بدرجهٔ کمال رسانده از خطهٔ کشمیر بلکه از اقلیم هند همچو او خوش خیال ، نازک بند ، معنی یاب بر نخواسته - دیوانش را میرزا محمد علی ماهر ترتیب داده - چنانچه دیوان مولوی ناصر علی را فقیر تدوین نموده - اکثر فکرش بطرز ایهام است و غنی تاریخ ابتداے شعر گفتن و تخلص یافتن اوست - فقیر اورا ندیده - اما جزوے از اشعار خود پیش او فرستاده بود روزے مطلعے گفته پیش میرزا محمد علی ماهر خوانده :—

بے چراغست اگر بزم خیالم غم نیست
مصرع ریخته شمعیست که در عالم نیست

شاه ماهر نظر بطرز ایهام بندی او شوخی نموده گفت : " مصرع ریخته که گفته باشد همین خواهد بود "

ظفر خان احسن مصرعے گفته نزد او فرستاد

اے لاله دل بابر بهاران چه میدهی
مصرعهٔ بدیه رسانده جان بقالب مصرعش دمید :—

داغے که دردل است بشستن نمی رود

این شعر او انتخاب کردهٔ میر معز است :—

فراغتے بنیستان بوریا دارم
مباد راه دریں بیشه شیر قالی را

کند در هر قدم فریاد خلخال
که حسن گلرخان پادر رکابست

بیا دامن تر شدم بمحشر
گفتند در آفتاب بنشین

جاں بلب از ضعف نتواند رسید
ما بزور ناتوانی زندۂ ایم

یاراں بردند شعر مارا
افسوس که نام ما نه بردند

مینوازد ساز عیش آں دم که طامع یافت قوت
باشد از پاے مگس مضراب تار عنکبوت

بر نداریم ز اشعار کسے مضموں را
طبع نازک سخن کس نتواند برداشت

ز ضعف تن بجز نامے نماند آخر زمن باقی
نگینے می نماید گر نهد آئینه در پیشم

آسماں بر گشت از خورشید تا روے تو دید
پشت زد بر قبله ماه نو چو ابروے تو دید

قلم تحریر کرد از سینۂ چاکم مگر عرضی
که مکتوبم ز صد جا پاره چوں بال کبوتر شد

میان با نزاکت همچو مور آں دلستاں دارد
پر مور است شمشیرے که بر موی میاں دارد

چوں آستیں همیشه جبینم ز چیں پر است
یعنی دلم ز دست تواے نازنیں پر است

میفرستد به پدر پیرهن خالی را
یوسف از دولت حسن اینهمه خود را گم کرد

میکنم هرگاه از جاناں نگاهے التماس
می نهد انگشت بر چشم التفاتش را ببیں

اثر بر عکس بخشد سعی من از طالع واژون
ز فریاد سپندم چشم بد از خواب بر خیزد

چو خاتمے کہ بردسر بجیب موم فرو
زدم چوبر در پستی بلند شد نامم

جلوۂ حسن تو آورد مرا برسر فکر
تو حنا بستی و من معنے رنگیں بستم

رفیق اهل غفلت عاقبت از کار می‌ماند
چو یک پا خفت ، پائے دیگر از رفتار می‌ماند

دل بمردن نہ غنی چوں قامتت گردید خم
بهر ایں خاتم نگینے نیست جز سنگ مزار

می گویند صاحب بریں بیت او آن قدر رشک می‌برد کہ می‌گفت :
" اے کاش آنچہ دریں عمر گفتہ ام بآں کشمیری می‌دادند و ایں یک بیت بمن میدادند :—

حسن سبزی بخط سبز مرا کرد اسیر
دام همرنگ زمیں بود گرفتار شدم

حکیم صاحب ازروی ایں شعر معنی پیدا کرد ـ و فقیر نیز هر دو نگاشتہ می‌آید ـ صاحب :

خط سبز آفت جاں بود نمی دانستم
دام در سبزہ نہاں بود نمی دانستم

سرخوش

خوردم ز خط فریب جمال عذار او
همرنگ سبزہ بود لباس شکار او

۱۰۹ — **غنیمت** : از خاکیان هند غنیمت بودہ طبع درست ذهنے رسا داشت ـ دیوانے مختصر دارد ـ و مشنوی نیز فکر کردہ ـ ایں چند بیت از زادهای طبع اوست —

نگردد قطع هرگز جادهٔ عشق از دویدنها
که میبالد بخود این راه چون تاک از بریدنها

بیاه داغهاے کهنه دل دارد تماشاے
بود طاؤس را سیر چمن برگشته دیدنها

نیست غیر از گرمی الفت چراغ بزم وصل
جست برق شوق از موسیٰ و شمع طور شد

سوخت دل از آتش بیداد در جانم که بود
گرمی مجلس کبابم کرد مهمانم که بود

جنونم کرد گل از گردش چشمم در آلامے
ز چوب گل نمی‌آید علاجم چوب بادامی

ز خلق آزرده گشتم دیدنش درخویش حاصل شد
غبار خاطر آخر توتیاے دیدهٔ دل شد

و حشتم پر شور ، طاقت زیر دست افتاده است
همچو موج از خود بکار من شکست افتاده است

چاه راه خویش گردیدند چون گردابها
همت ارباب دنیا بسکه پست افتاده است

طاقت برخواستن چون کرد نمناکم نماند
خلق میداند که می‌خورد است و مست افتاده است

نظر بروے که شد آشنا که میگردد
بگرد خویش چو گرداب دیدهٔ ترما

کرده ام از مهر لب نقد بیانها در گره
بسته ام چون غنچهٔ سوسن زبانها در گره

(ف)

۱۱۰ — **شیخ محسن فانی** : استاد غنی از اکابر کشمیر صوفی مشرب بود - و از مصاحبان دارا شکوه - دیوان ترتیب داده - و مثنوی نیز فکر کرده دو بیت از و بخاطر است -

دیده نهان داشت نقش آن کف مارا
اشک بهردم نمود رنگ حنارا

موی سفید خندهٔ صبح اجابت است
گشتیم پیر بردر او تا دعا رسید

۱۱۱ — **فصیحی** از فصحاے زمانه بود - اشعار پخته دارد - استاد یگانه است

لبے کز نازکی بار تبسم بر نمی‌تابد
بخون غلطم که امروزش بدشنام آشنا گردم

خویش را برنوک مژگان ستم کیشان زدم
آنقدر زخمی که دل میخواست در خنجرنبود

حدیثت شوخ ولعلت نازک افکارش کند ترسم
مگر آهسته آن لب را تبسم وار بکشاید

جرم ماگر باده آشا میست مستی جرم کیست
عکس لعل خویش را مادر شراب افگنده ایم

چون ماهی ساحل طپد از آرزوی دل
زخمی که شهیدان ترابر سپر آید

شب که غمهاے ترا پرده نشیں میکردم
از تبسم لب زخمے نمکیں میکردم

دوش تقلید جرس کردم و صد قافله سوخت
آه اگر ناله پریشان تر ازیں میکردم

چمن پیرای صبحم ، کیمیای خار و خس دارم
بهر شاخ برنج آفتابی نیش رس دارم

کو جنون تا هر نفس در دل سراغی گم شود
سینه همچون موج در گرداب داغی کم شود

شوق اگر اینست مغز ـ آشفتگان عشق را
نکهت فردوس تر سم در دماغی گم شود

در یک بیت میرزافصیحی فقیر سرخوش تصرفی کرده ، هر دو نگاشته می آید فصیحی :

ما توامیم باگل رعنا دریں چمن
کز خون پریم و رنگ به بیرون نمی دهیم

سرخوش : هم مشرب است باگل رعنا پیاله ام
کز خون پر است و رنگ به بیرون نمی دهد

۱۱۲ — آقا محمد ابراهیم فیضان خلف رشید آقا محمد حسین ناجی : بلند فکر و عالی طبع است در نستعلیق نویسی وانشا پردازی دست رسائی دارد ، از علوم معقولات نیز بهره تمام ـ من اشعاره

مآل اختلاف از دست صنعت یک رقم باشد
تفاوتهای کفر و دیں شگاف یک قلم باشد

بود منزل رسیدن دل بدست آوردن خوباں
بلند و پست راه عشق ، لطف بیش و کم باشد

ستم فهمد زباں خنجر خوں ریز قاتل را
میان ما و جانان ترجماں تیغ دودم باشد

نصیبت گر بود ، همچوں صدف رزق از سما ریزد
چو قسمت ہست روزی از دهن چوں آسیا ریزد

بے تو تاچند بسازد بدل تنگ کسے
از گران جانی خود چند خورد سنگ کسے

در دل صاف خیال سخن ساختہ نیست
آب آئینہ نیامیختہ با رنگ کسے

کردم از ضبط نفسہاے خموشی معلوم
کہ نشستہ است پس پردۂ آھنگ کسے

نبود از شیشۂ ظلم اینقدرھا چشم یکرنگی
مرا بر دل رسد زخم و ترا چین جبین افتد

نمی‌باشد چومے حسرت نصیب محشر دردے
زھر جز وبدن جوشیدہ چون اخگردمے سردے

بہم ناز و نیاز آئینہ ساز الفت اند این جا
خرام آن پری دارد ز رنگ جستہ ام گردے

بیہودہ چہ سوزی پئے دنیا جگر خویش
در خاک چو اخگر نبری مشت زر خویش

برد ھر کس کہ در بزم خموشی راہ میداند
کہ فیض نشۂ رطل گران گوش گران دارد

ھر کہ میجوید دم آبے ازین دولاب خشک
شیر مستی میکند چون کبک از مہتاب خشک

نسبت ذاتیست باھم طوطی و آئینہ را
آن بہار خشک را لازم بود این آب خشک

۱۱۳ — میرغیاث‌الدین منصور **فکرت** : تخلص میکرد از شرفاے ولایت بودہ ۔ در عہد عالمگیر شاہ بہند آمدہ ، خلق خوش فکر بلند داشت ۔ بر فقیر بسیار مہربان بود ۔ فقیر قصیدۂ در مدح بخشی‌الممالک روح‌اللہ خان در زمین قصیدۂ شاہ طاھر دکہنی گفتہ بود ۔ کہ این بیت ازان قصیدہ است :

ترک شوخی نه کند زاں سبب استاد ازل
همچو اطفال کشیده است فلک را بفلک

برده بوجه حسن گذرانید و نقلے از راه خوش طبعی نیز درمیان آورد که " چوں ملا وحشی جواب این قصیده گفت ۔ فرزندان و مریدان شاه بر آشفتند و پیش یک صاحب طبع رفته بشورش تمام گفتند که به بینید بی ادبی ملا وحشی را که قصیدهٔ شاه مارا جواب گفته ۔ آں عزیز گفت : بے ادبی دیگر آنکه از شاه خوبتر گفته ۔ نواب خندید و برائے فقیر انچه دلش خواست ' صلهٔ فرستاد و عطا فرمود " ۔

این چند بیت بخط خود در بیاض من نوشته :—

نمی ماند سیاهی در دوات دیدهٔ آهو
اگر دیباچه بنویسم بیاض گردن او را

ز اشکم گاه مستی نامهٔ اعمال افشاں شد
مرا کوه گناه از بادهٔ لعلے بدخشاں شد

همچو من بیکس ' شهیدے هیچ کافر دیده است
صبح محشر هم دمید و خون من خوابیده است

خمار افسرده ام دارد شراب آتشینے کو
که خون مرده را در پوست چوں هندو بسوزاند

در نامهٔ مانیست نه فرمودهٔ حق هیچ
یک حرف بتعلیم دریں مشق ندیدیم

عمر آخر میشود تا میکنی دل از جهاں
کاروانے رفته است تا خارے از پا میکشی

۱۱۴ — عبدالرزاق **فیاض** : یک بیت او از زبان میر معز شنیده ام میر نیز بیتے در جوابش گفته و فقیر نیز ۔ **فیاض** :

یک بار ناله کردم و از درد اشتیاق
از شش جهت هنوز صدا می‌تواں شنید

میر : باد بهار و بوے گل آشفتهٔ هم اند
پیغام او ز نالهٔ ما می‌تواں شنید

سرخوش : منور سنگ سار ملامت بود هنوز
یک حرف راز گفته چها می‌توان شنید

۱۱۵ — **فغفور** : از تازه گویان و معنی یاباں بود - یک بیت او عالم گیر است :—

فلک دیگر بکام رند درد آشام میگردد
عسس رو خواب راحت کن که امشب جام میگردد

سرخوش : کجا عاقل ز حق دردیر درد آشام میگردد
بمسجد سبحه گر میگردد این جا جام میگردد

۱۱۶ — **فوقی** : خوش خیال بوده ـ ازین بیت عروج فکرش ظاهر است :—

مرا قیامت و مردن بصورت دگر است
مسافران عدم ! انتظار من نه کشید

۱۱۷ — **فارس** : خوش فکر و معنی یاب بود - این چند بیت ازو استماع افتاده :—

عشق آمد و زالایش تن بے اثرم کرد
از پردهٔ دل صاحب چو آب گهرم کرد

غنچه ساں بهر گلے سر بگریباں دارم
از دل خوں شده راه بگلستاں دارم

یار بهتر ز من احوال مرا میداند
من چساں عیب خود از آئینه پنهاں دارم

۱۱۸ — **فوجی** : از شعراے بنگاله بود ـ خوش فکر و صاحب تلاش می‌نماید :—

موج آب گهر از تاج شهاں میگذرد
قطره در مرتبهٔ خویش کم از دریا نیست

(ق)

۱۱۹ — **محمد دارا شکوه :** الملقب بشاه بلند اقبال ولی عهد شاه جهان شاهزادهٔ خوشرو و خوش خلق ، متحمل ، صوفی مشرب ، فقیر دوست ، موحدو محقق بود - طبعے بلند و ذهنے رسا داشت - مطالب عالیه صوفیه را در رباعی و غزل منظوم میکرد - بحسب اعتقادی که بسلسلهٔ عالیه قادریه داشت ، **قادری** تخلص میکرد - بملا شاه خلیفهٔ میاں شاه میر لاهوری دست بیعت داده تحمل و وقار بحدی داشت که محمد علی ماهر نقل میکرد که روزے طوطی سلطان سلیمان شکوه خلف بزرگش شاعرے قصیدهٔ گفته آورد ، سر دیوان میخواند درو یک بیت بسته بود که شاهزادهٔ کریم الطرفین است - شاه عالی جاه شنیده فرمود ,, الحق ایں پسر کریم الطرفین است هم از طرف پدر بادشاه بن بادشاه است ، وهم از طرف مادر " حاجی تمکین که به ظرافت پیشگی در محفل عالی راه داشت ، پیش آمد و عرض کرد که " قبلهٔ عالم ملا دو پیازه چه خوب گفت " " الکریم الطرفین زن کون ده " شاه سر فرو انداخت ، لرزه بر اندام اهل مجلس افتاده - و همه را یقین شد که همیں که سر بر میدارد ، ایں مسخره را گردن زدن میفرماید - بعد از ساعتے از مسند بر خواست ، درون محل تشریف برد - نزدیک بدرخانه فرمود که "دیگر آں بے ادب را در دیوان خاص مگذارید "

در علوم تصوف تصانیف عالی دارد - سوالهاے دقیق نوشته - دیوانے مختصر از و جمع شده - رباعیات مشهور دارد - ایں چند بیت از آں است -

هر خم و پیچے که شد از تاب زلف یار شد
دام شد ، زنجیر شد ، تسبیح شد ، زنار شد

کشتی و زندهٔ ابد کردی
خوب کردی که گفت بد کردی

خود از درون و بروں جلوہ کرد و من ز میاں
چو سایہ محو شدم کز دو سو چراغ آمد

ز دوری تو دلم را در اضطراب آرام
ندیدہ دیدۂ من بے رخت بخواب آرام

خاطر نقاش در تصویر حسنش جمع بود
چوں بزلف او رسید آخر پریشانی کشید

بشکست دل آبلہ از گردش پایم
درکار من ایں ہم گرہے بود کہ وا شد

بقدر مال باشد سر گرانی
زوزن زر فزاید بار دستار

بخیہ بر خرقۂ فناکیشاں
موج آب حیات را ماند

ہمہ چیز تو خوب لیک ایں بد
کہ تو بسیار دیر می آید

با دوست رسیدیم چو از خویش گذشتیم
از خویش گزشتن چہ مبارک سفرے بود

۱۲۰ — **قادر** نمی دانم کیست و کجائیست - صاحب قدرت می نماید :—

سر نوشتے نیست جز خجلت جبین سادہ را
چین پیشانیست موج آبرو آزادہ را

۱۲۱ — حسان زماں حاجی محمد جان **قدسی** : ملک الشعراء عصر شاہجہاں سخنور صاحب قدرت بود - در قصیدہ گوئی و غزل پردازی گوے بلاغت از اقران ربود - ظفر نامۂ شاہجہاں را با حسن وجہ دل خواہ طرز ، بفصاحت و بلاغت تمام ادا کردہ - چوں دید کہ نام عبد اللہ خاں بہادر فیروز جنگ دریں بحر گنجایش ندارد ، چنیں گفتہ :—

نهنگے که از غایت احتشام
نه گنجد به بحر از بزرگیش نام

وقتے که یمین‌الدوله آصف خاں ، سلطان بولاقی پسر خسرو را
بر سریر تزویر * جلوس داده ، گفته :—

مداں عیب تزویر والا گهر
بود آب در شیر گوهر هنر

چوں فیل سفید به تحفگی و غرابت بدرگاه جهاں پناه آمد ،
پادشاه جم جاه بزر و زیور مزین ساخته خود بدولت سوار شد ـ
ایں رباعی گذرانید :—

رباعی : بر فیل سفیدش که ببنیاد گرند
شد شیفته هرکس که نگاهے افگند
چوں شاهجهاں برو بر آمد ، گوئی
خورشید شد از سفیدهٔ صبح بلند

بجائزه لائق مفتخر و مباهی گشت ـ

در تعریف کشمیر و صعوبت راه مثنوی خوب گفته ، تلاشها
کرده و قتیکه بیگم صاحب از شمع سوخته بود ، رباعی گذرانید که
بیت آخرش ایں است

تا سرزده شمع چنیں بی ادبی
پروانه ز عشق شمع را سوخته است

گویند بآں کمال و ملک‌الشعرائی روزے غزلے گفته ، پیش ملاے
مکتب دار میخواند ـ چوں بآں بیت رسید :—

ساقی بصبوحی قدرے پیشتر از صبح
بر خیز که تا صبح شدں تاب ندارم

* وزارت

کودکے می شنید ' گفت : صاحبا اگر بجاے قدرے نفسے گفته شود ' براے صبح مناسبت تمام دارد " حاجی قبول کرده در جودت طبع آں کودک حیراں ماند - چنانچه بونواس شاعر عرب ایں بیت گفته بود بزبان عربے

شعر : الا فاسقنی خمرا و قل لی هی الخمر
ولا تسقنی سرا اذا امکن الجهر

روزے گزرش برمکتبے افتاد ' کود کے باستاد خود میگفت که " آیا میدانی که بونواس شاعر از " قل لی هی الخمر " چه اراده کرده ؟ " استاد گفت : " نمی دانم " گفت " در گرفتن جام شراب چهار حواس متلذذ می شوند : باصره از دیدن - و ذائقه از چشیدن - و شامه از بوئیدن - ولامسه از گرفتن - باقی ماند سامعه از گفتن که شراب است ایں نیز لذت یاب میگردد - " ابو نواس گفت : بخداے اے پسر که از کلام من معنی بر آوردے که هرگز قصد نه کرده ام

ایں چند بیت از قصائد و غزلیات قدسی است . مطلع دیوان است :—

زود به کردم من بیصبر داغ خویش را
اول شب میکشد مفلس چراغ خویش را

بازم نشسته تامژه دردل نگاه کیست
روزم سیاه کردهٔ چشم سیاه کیست

جاں دادن و سخن نشنیدن گناه من
دل بردن و نگاه نه کردن گناه کیست

جوانی رفت و داغی ماند بر دل یادگار ازوے
چو آں سرخی که بر ناخن پس از رنگ حنا باشد

اگر دستم رسد روزے بجیب زاهد خود بیں
چو شمع آرم بروں یک دسته زنار از گریبانش

بایں قدر کہ ببالین من نهی قدمے
مترس هیچ کست مهربان نخواهد گفت

عیش ایں داغ باندازۂ یک تنگدلیست
کاش گل غنچہ شود تا دل ما بکشاید

نگذاشت بخواب عدمم شیون بلبل
گل ریختہ بودند مگر بر سر خاکم

در چنیں فصلے کہ بلبل مست و گلشن پر گل است
گرهمہ پیمانہ عمر تست خالی خوب نیست

عمریست کہ درپاے خم افتادہ خرابیم
همسایۂ دیوار بدیوار شرابیم

کجا تاب آورد پیش سرشک دیدہ فرسایم
دواندریشہ گر چوں شمع مژگاں تاکف پایم

چو غنچہ گل صد برگ آسمان دو رنگ
بصد برهنہ دهدیک قباؤآں هم تنگ

من آں نیم کہ کنم سرکشی ز تیغ جفا
چو شمع زندہ سر خویش دیدہ ام برپا

بلا است هجر عزیزاں اگر چو مردم چشم
زهم بقدر یک انگشت راہ خانہ جداست

سخن بس بعالم پناہ سخنور
صدف را بود مهرۂ پشت گوهر

دنیا معشوق عاشق دیں نہ شود
شیدائی آں شیفتہ ایں نشود

یار دل عارف نشود جلوۂ دهر
آئینہ ز عکس کوہ سنگیں نشود

هرکس که سخن ز قدر و مقدار کند
کے حالت خود تواند اظہار کند

خواهی هنرت عیاں شود پستی جو
شمشیر فرود آید و کار کند

سرخوش: هرکس که کمال خواهد اظہار کند
فکر یاران نیک کردار کند

گردد هنرت بسعی احباب عیاں
شمشیر بزور دستها کار کند

۱۲۲ — **قاسم مشہدی** از شاگردان رشید مرزا صائب است - تازه گوئے بلند خیال ، نازک بند معنی یاب بود در هند نیامده - اشعارش در سخنوران اشتہار دارد :—

یکیست حسن و بصد جلوه از نقاب چکید
رگ چراغ زدم خون آفتاب چکید

شبکے بکنج خلوت ، اگرم دهی اجازت
بهکم چناں لبت را که درو سخن نماند

هست چوں اجزاے عالم ذره یک آفتاب
آستیں بر هرکه افشانی چراغی کشتهٔ

نمیدانم که از ذوق کدامیں داغ او سوزم
بآں پرواز می نازم که افتد در چراغانے

قاسم از ننوشتن مکتوب داند مرگ من
قاصد نارفتهٔ من برد پیغام مرا

میروی مستانه بر خاکم ، نمی دانی که من
در کفن همچوں کبابے در نمک خوابیده ام

ز ویرانی بود بربام در کاشانهٔ مارا
زمیں چوں نقش پادیوار باشد خانهٔ مارا

عقلم آں دم کہ بتن پیرھن جاں پوشید
شیر مادر کفنے بود کہ پنہاں پوشید

در سینہ دل از جوش طپش در تب و تابست
از گرم روی آھو ایں دشت کباب است

کس بادیۂ عشق بپایاں نرساند
چنداں کہ نظرکار کند یک دم آھوست

ندارم باکے از موج خطر با یار پیوستم
غریق آب حیواں را غم مردن نمی باشد

برت عاشق چو مضمون در پیام خود نہاں آمد
درے کز نامہ ام بانگ شکست استخواں آمد

خوں ریز ستم چو یار من شد
گل حلق بریدۂ چمن شد

۱۲۳ — **قاسم‌خاں** ھمزلف جہانگیر شاہ طبع رسا داشت - از فکرھاے اوست :—

بعد ازیں در عوض اشک دل آید بیروں
آب چوں کم شود از چشمہ گل آید بیروں

چناں شدم ز جدائی کہ بعد ازیں ھرگز
بخندہ نیز لب از ھمدگر جدا نکنم

مردم ز رشک چند بہ بینم کہ جام می
لب برلبت گذارد و قالب تہی کند

ھرکہ در مجلس ما بادہ ننوشد قاسم
کز ھمہ مردم حشمت بروں باید کرد

روزے بادشاہ آب خاصہ طلبید ، و پیالۂ گلی بغایت نازک آوردند - ھمیں کہ بدست گرفت از جنبش آب بشکست - بادشاہ ایں مصرع

بدیه بر زبان مبارک راند **مصرع** :

کاسه نازک بود آب آرام نتوانست کرد

قاسم خان پیش مصرع رساند **مصرع**

دید حالم را و چشمش ضبط اشک خود نه کرد

۱۲۴ — **قانع** : بر حقیقت او اطلاعی نیست - بیک بیت او قانعم :—

چون مردمک چشم تو در عالم نیست
چرخی که خدنگ غمزه را تیر کند

۱۲۵ — **محمد یوسف قدیم** عمزادهٔ میرزا قطب‌الدین مائل - طبع درست داشت پیش فقیر مشق میکرد - در گذشت :—

یک نفس گر شاد گشتم عالمے غمناک شد
خنده ام چون برق چاک سینهٔ افلاک شد

سرخوش : در لباس فقر دل ز آلود گیها پاک شد
خرقهٔ بریخیه مارا کیسهٔ دلاک شد

(ک)

۱۲٦ — استاد سخنوران هفت اقلیم ، ملک‌الکلام ، ابو طالب **کلیم** شاعر عمدهٔ پای تخت صاحب قدرت ، معنی یاب ، در فنون جمیع اقسام سخن سنجی طاق ، و در انواع کمالات نکته پروری شهرهٔ آفاق بود - ظفر نامهٔ شاه‌جهانی را باداهای رنگین نظم کرده - در تعریف اکبر آباد و قحط دکهن و صعوبت راه کشمیر و وصف کشمیر مثنویهای دلکش دارد - دیوانی ترتیب داده - در گفتن اشعار فرمایشی قدرت تمام داشت - برای تخت مرصع و محل و سپر و شمشیر و قلمدان خاصه تا مقط شعرهاے مناسب هر چیز گفته - بر همه اشیاے سرکار والا اشعار او کنده و نوشته اند -

گویند که خوندکار روم در تهنیت نامهٔ جلوس والا تحریر نمود - " شما که خود را شاه‌جهان لقب کرده اید ، اگر ملک ما و ایران و توران داخل جهان است شما بادشاهی این جاندارید - بهترین نامها نزد خدا عبدالله و عبدالرحمان است ازین اسما اسمے اختیار کنید - " بعد مطالعه بیمین‌الدوله مصلحت کردند - که باید این خطاب را تغییر داده - ابوطالب کلیم خبر یافته این بیت گذرانید -

هند و جهاں زروے عدد چوں برابر است
برشه خطاب شاهجهاں زاں مقرر است

همیں بیت را در جواب نوشتند - و او را بزر کشیدند - چوں خان جهاں لودی که سابق پیرا نام داشت ، باغی شده - بدریا روهیله پیوست - دریا بسبب اعانت او بدست افواج قاهره کشته شد و پیرا نیز بعد ازوے بقتل رسید - رباعی گذرانید و بجائزهٔ لائق مفتخر گردید —

ایں مژدهٔ فتح از پے هم زیبا بود
ایں کیف دو بالا چه نشاط افزا بود

از کشتن دریا ، سر پیرا هم رفت
گویا سر او حباب ایں دریا بود

چون سر پیرا و دریا و دو پسران رشید او یک جا بدرگاه رسیدند "چار مغز" تاریخ یافت ۔

در اوائل جلوس که رایات جهاں کشا بتسخیر قلاع دکهن متوجه بود بیک سال چهل قلعه بتصرف اولیاء دولت در آمد ۔ ایں رباعی گذرانید —

شاها بختت کشور اقبال گرفت
تیغت ز عدد ملک و زر و مال گرفت

چل قلعه بیک سال گرفتی که یکی
شاهاں نه توانند بچل سال گرفت

بود آرایش معشوق خال درهم عاشق
سیه روزی مجنوں سرمه باشد چشم لیلی را

ابر تا بر خاست یاراں باده در ساغر کنید
چشم اختر تا نمی بیند دماغی تر کنید

نیست سامانے بجز از رخنه درکا شانه ام
گر برنگ دام ماهی آب باشد دانه نیست

ز بسکه چیں جبیں در دیار ما عام است
رخ کشادهٔ آئینه جاے حیرانیست

غرق وصال آگه ز آسیب چشم نیست
تا دام بر نیاورید ماهی خبر ندارد

نجات غرقهٔ بحر تعلق آساں نیست
مگر بتختهٔ تابوت بر کنار اُفتد

نیست یک شب که سر شکم گل بستر نشود
تار در پیرهنم رشتهٔ گوهر نشود

سپاه غمزه اش را در هزیمت فتح میباشد
شکست افتاد بردلها چو بر گردید مژگانش

سر بسر دلہاے آگہ دانۂ یک سبحہ اند
انچہ مارا در دل است از همدگر مستور نیست

مرگ تلخ و زندگی هم سر بسر درد سر است
پشت وروی کار عالم هیچ یک دلخواه نیست

آخر عمر در کشمیر گوشہ گیر شدہ بود هم آنجا ودیعت حیات سپرد

ملا طاهر **غنی** : " طور معنی بود روشن از کلیم " تاریخ یافتہ

۱۲۷ — **میر کلان** : بزرگیش از کلامش پیدا است **من اشعارہ**

منع بیتابی و افغاں کشی و جامہ دری
نا توانی چہ قدر کرد کہ زنجیر کند

۱۲۸ — شیخ سعداللہ **گلشن** : طبعی درست دارد ۔ چند سال پیش فقیر مشق کرد —

بدل شوخی نفس دزدید و طغیاں میکند نازش
پری در شیشہ پنہاں گشت و بیروں ماند پروازش

در عالم گریہ بینوایم چوں شمع
در سعی گداختن رسایم چوں شمع

حیرت بہار گلشن نظارۂ خود ایم
آئینۂ خانۂ دل صد پارۂ خود ایم

ز شوق مہر رخسارے کہ چشمم گریہ پیرا شد
چو گوهر هر سر شکم در گرہ دارد سحر گاهی

روزی مصرعے گفتہ آورد **مصرع**

بیک پیمانہ چوں یاقوت دارم آب و آتش را
فقیر پیش مصرعی رساندم

ز بس با نرم خوئی رام کردم طبع سرکش را

۱۲۹ — عبدالرحیم **کم گو** کشمیری: چندگاه پیش فخیر مشق کرد بطرف دکهن رفت و آنجا در گذشت —

بهار آمد ز جوش لاله دارد کوه دیدنها
شرر خارا شگافی میکند از دل طپیدنها

ما خراب رنجش بیجاے او گردیده ایم
گر پر افشاند غبار از دل شود تعمیر ما

گرفته زخم دلم در دهن خدنگ ترا
بلذتے که مکد طفل شیر خوار انگشت

ز زنجیرے که عشق انداخت در پاے من اے قمری
فتاد آخر ترا هم حلقهٔ در گردن اے قمری

مگر سرو مرا دیدی که از دیوانگی برتن
ز بال و پر ترا صد پاره شد پیراهن اے قمری

(ل)

۱۳۰ — **لامع :** بر حقیقت او اطلاع نیست ـ اما صاحب سخن معلوم می شود :—

اے سپند برق حسنت شبنم گلزارها
دست و پا گم کردهٔ سرو قدت رفتارها

در بهارستان حمدت بلبلان قدس را
بوی گل خیزد بجاے نالہ از منقارها

دهد گر آب و رنگ از گفتگو یاقوت خندان را
گریباں چاک همچوں گل کند لعل بدخشاں را

شود گردشت پیمانهٔ مجنوں سودایت
بفریاد آورد مانند نے شاخ غزالاں را

گزشتی بر مزارم شورشے انداختہ رفتی
کف خاک مرا صحراے محشر ساختہ رفتی

(م)

۱۳۱ — خلاصهٔ دودمان مصطفوی ، میرزا معزالدین **موسوی** :
درخوش خیالی و شعر فهمی و انشا پردازی نظیر نداشت در حدت طبع و دقت آفرینی و چالاکی ذهن و خورده بینی و علم معقول و منقول بے بدل بود ۔ چنانچه فرماید :—

من مرغ خوش ترانهٔ باغ فضیلتم
طبع مرا بزمزمه شاعری چکار

دریں بیت قصیدهٔ مرزا صائب که در تعریف عمارت گفته :—

چوں لباس غنچه تنگی میکند بردوش گل
بر شکوه ایں عمارت پرنیان آسمان

روبرو دخل کرد که دو بر در مصرعین خلاف محاوره است ۔ صائبا بعد مباحثه بسیار معترف شد ۔ فقیر بمجرد استماع چنیں درست کرده برو خواند :—

چوں لباس غنچهٔ نشگفته تنگی میکند
بر شکوه ایں عمارت پرنیان آسمان

همیں قسم روزے صائب ایں مصرع برخواند
عیبے بعیب خود نرسیدن نمیر سد ،

محمد سعید اشرف گفت : یک باے دیگر میخواهد یعنی " عیبے با بعیب نرسیدن نمیرسد " ۔ صائب آں را بعد از رد و بدل بسیار مقبول کرد ۔ شخصے ایں معنی بسته بود :—

ز تیره بختی خود آں زماں شدم آگاه
که مادرم سرپستان خویش کرد سیاه

شنیده فرمود که معنی تازه ایست ۔ خوب تر باید بست ۔ خود فکر کرده بست :—

ایں تیرگی ز روز ازل داشت کوکبم
مادر نزاده ام سرپستان سیاه کرد

جواب یک بیت مرزا طاهر وحید خوب گفته - هر دو تحریر می‌یابد - **وحید :**

هر گل بیاد شمع تو بالے کشوده است
خاکسترم چمن شد و پروانه ام هنوز

شد گردباد دامن صحرا غبارمن
برباد رفت خاکم و دیوانه ام هنوز

روزے این بیت عزیزے را میخواند ' و حظها میکرد و تحسینها می‌نمود :—

بچه اندیشه ام از خاطر ناشاد روی
چه بخاطر گذرانم که تو از یاد روی

بفقیر فرمود : بیائید طرح کنیم ' - بدیه این مطلع بر زُبان راند :—

آں چناں زی که چو از حادثه برباد روی
حسن معنی نگذارد که تو از یاد روی

فقیر نیز فکر کرده بدیه حاضر جواب شد :—

خویش را خاک رهی سازی و برباد روے
به ازاں است که بر تخت رواں شاد روی

روزے این بیت ناصر علی را درمیاں آوردند :—

ز جوش باده درد ته نشیں بالا نشیں گردد
ز موج خنده ترسم خط بروں آید ازاں لبها

خود فکر کرده بیتے رساند - بفقیر نیز تکلیف کرد - هردو نگاشته می‌آید -

سرخوش : نظرها از لطافت بر رخش بار گراں بندد
سخن نقش نگیں شد از فرو رفتن دراں لبها

موسوی : نگه بر نیشتر مالیده می‌بارد ز مژ گانش
سخن در برگ گل پیچیده میریزد ازاں لبها

روزے مطلعے گفتہ بخدمت گذرانیدم :—

خانۂ دهر تنگ بسیار است
پشت بام فلک هوادار است

بسیار تحسین کرده فرمودند " در پیش مصرع عبارت مقدم آخر بستہ اید بسیار تنگ میآید " گفتم : " صاحب کہ در بیت خود بستہ ان چه علاج " :—

مبادا نامۂ بیتابیم را تہ کنی قاصد !
دریں مکتوب نازک کرده ام بسیار مضموں را

شنیده خاموش ماندند - در حسن ابدال غلغلۂ ایں مطلع در شعراے پاے تخت انداخت :—

هیچ کس آگہ ز درد اشتیاق مانشد
نامۂ ماچوں زبان لال هرگز وانشد

سرخوش : هیچ دل را زینت دنیا نشاط افزانشد
عقدۂ کار کس از دندان گوهر وانشد

همہ گفتند از مطلع میر کم نیست - بعضے اعزه مثل شیخ عبدالعزیز عزت وغیره فرمودند کہ بہ ازیں مطلع میر است فقیر گفت : " تشبیہ میر تازه و از من متعارف است - یعنے دندان را بگوهر و گوهر را بدندان اکثر تشبیہ داده اند - و زبان را بنامہ پیچیده تشبیہ دادن تازگی میدارد - " میر شنیده فرمود : " زهے طبع منصف " فقیر ایں معنی را قسم دیگر مطلع غزل خود کرده بستہ :—

راز مانشد فاش و حال ماهمیں پوشیده است
نامۂ ماچوں زباں هم باز و هم پیچیده است

هرگاه فقیر بزیارتش میرفت ، درس علم عربی موقوف میداشت ، کہ " امروز با سرخوش جام عرفاں صحبت تصوف و شعر میداریم - " در هر مقدمہ تحسینها میکردند - و در هرسخن انصاف میدادند و میفرمودند کہ " قدرتے دارم کہ هیچ کس در علم

معقولات و تصوف از من پیشے نتوانست گرفت ، و لیکن وقتے که حرف فنا درمیان می‌آید دریں می‌مانم زیرا که نه انکار می‌توانم کردونه اقرار - در احوال جمیع اولیا و مشائخ خوانده ام که در ذات حق فانی میشوند و ظاهر درمیان خود و ایشان فرقے نمی یابم همچو من میخورند و می آشامند ایشان چه قسم فانی گشته اند - و من نیستم - " فقیر می خندید و میگفت : سبحان‌الله چشم باز و گوش باز وصاحب چنیں عقل و شعور و فضائل و کمالات دریں قدر معامله موی بنداست - " اکثر از راه قدر دانے میفرمود که در هند که آمده ام همیں سه شاعر دیدم - غنی و ناصر علی و سرخوش - در اوائل مشق فطرت تخلص میکرد ، در آخرها موسوی مقرر نمود - و ازیں تخلص محظوظ بود ، و خطاب خانی هم بریں گرفت -

روزے فرمود " افضل اهل زمانه تاریخ ولادت من یافته اند - " فقیر گفت تولد من هم دریں سالست و نام من افضل - ایں بمن عنایت شود ، برائے خود فکر دیگر بکنید " - خنده کرده گفت : " مبارک است شما بگیرید " -

روزے شخصے بایشان گفت : مصرعی گفته ام
فانوس گرد باد شود بر چراغ ما

پیش مصرعی رسانید - " گفت : سرخوش منبع اشعار تازه گویان است ازو بپرسم ' اگر کسے نگفته باشد ، پیش مصرعی میرسانم " چوں با فقیر دو چار شدند و ذکر کردند ، گفتم : " مطلع صائب است -

آشفتگی ز عقل پزیرد دماغ ما
فانوس گرد باد شود بر چراغ ما

اما عجب مشفق ، مهرباں بود وقتے که فقیر در لاهور برزنی عاشق بود ، چوں کوچ رایات عالیات بجانب شاه جهاں آباد شد - بصد پریشاں حالی همراه رکاب سعادت روانه شدم - روز یکه بخانه میر نشسته بودم و ذکر آں معشوقه درمیان آمد ، مرا گریه بافغاں روداد - میر متاثر گشته رباعی بدیهه فرمود :—

اشکے کہ مرا ز چشم نم دیدہ برفت
لخت دل من بود کہ غلطیدہ برفت

در ہجر تو ایں نکتہ مرا شد معلوم
کزدل بروَد ہر آنچہ از دیدہ برفت

روزے : آں خان سخنداں را باشیخ عبدالعزیز عزت صحبت مباحثہ علمی و مذاکرۂ حکمی رویداد - ورد و بدل بسیار واقع شد در یک مقدمہ شیخ گفت : " ایں را شما از کہ سند دارید - " فرمودند کہ : از شیخ بہاءالدین محمد - " گفت : " از شیخ بہاءالدین محمد بیست ودو چاحرف گرفتہ ام - " گفت : " مخدوم آں حروف تہجی خواہد بود - ' در آخر مجلس کار بایں جا کشیدہ کہ شیخ ازروی تجاہل گفت کہ - ,, شیعیان شما کہ میت را وقت غسل گز میکنند ' بچہ دلیل و سنت کیست ؟ - " خان خندہ کرد و گفت : " ایں مسئلہ را در لاہور بھڑوان کنچنی از من پرسیدہ بودند ' یا امروز شما پرسیدہ اید - ".

روزے : دو منصب دار در دیوان خاص خلعت پوشیدہ برائے تسلیم در حضور ایستادند - بفقیر فرمود کہ تحقیق کردہ بیائید کہ ایں ہر دو را چہ خدمت شدہ - آمدہ تحقیق کردم کہ یکے را - دیوانی برآرشدہ و دویمی را خلعت کدخدائی مرحمت شدہ - رفتہ بمیر رساندم کہ ,, یکی را خدمت در آر شدہ ودیگر یرا خدمت برآر - " میر خندیدہ تحسینہا کرد - ایں چند بیت از زادھای طبع اوست :—

شدم خاک و ہنوز از عشق اواتش بجاں دارم
در آغوش کفن جسمے چوتپ در استخواں دارم

سد راہ معصیت ہاشد پریشانی مرا
داشت عریانی نگہ زالودہ دامانی مرا

کار ما پیوستہ در بند از کشاد ناخنست
عقدۂ ما ہمچو گوہر خانہ زاد ناخنست

ما طائر عشقیم و قفس بال و پر ماست
چون بوی گل چیده وطن همسفر ماست

عیب صاحب هنران جوش تنک ظرفیهاست
آب یاقوت چوزد موج رگ یاقوت است

چو سوز عشق را کامل کنی عیبت هنر گردد
شود یاقوت هر سنگے که لبریز از شرر گردد

عاجز شد از رفاقت ما رهنمون ما
ایستاده بآب تیغ وروانست خون ما

بحر و کان را نارسا افتاده استعداد فیض
گوهر آب دیده و یاقوت خون دل نشد

شوقش ببرقع از دل بیتاب کم نشد
این مه گرفت و شوخی مهتاب کم نشد

ندارد آفتے چون غنچه از صرصر چراغ من
برنگ لاله در آغوش ناخن خفته داغ من

آتشم در ته پا بود ولے همچو سپند
گام اول نفسم سوخت ازین راه مپرس

مرد حق در عین دنیا داری از دنیا بریست
ملک در دست سلیمانی نیست در انگشتریست

تن سیه مست قرار از بادهٔ خود پروریست
شیشه تا موج شکستن میزند بال و پریست

عشق در مصر جنون لاف خدائی میزند
حسن اگر یوسف شود در کسوت پیغمبریست

ذوق عشق آئینه دار راز دلها میشود
چون بخود بالد خموشی ناله پیدا میشود

حسن سعی کوه کن از نقش شیرین ظاهر است
کار چون نیکو شود خود کار فرما میشود

حق شناسی حیرت افزائے دل آگاہ شد
جادہ بالید آنقدر بر خود کہ سد راہ شد

حیرتم برقع کشائے شاہد مقصود گشت
عقدۂ دل عاقبت پیکان تیر آہ شد

نہاں نگذاشت افسون غمت در پردہ ناموسی
پری در شیشہ رسوا ساخت چوں شمعے بفانوسے

شب از پروانہ شرح انتہاے درد پرسیدم
کف خاکسترے افشاند بر دامان فانوسی

در ملک دکھن بر حمت حق پیوست . بر جمیع سخنوران ماتم شد - میاں ناصر علی ایں خبر شنیدہ زار بگریست و بر ایں فقیر دلگیر گذشت انچہ گذشت - دو تاریخ وفات آں مرحوم ایں اخلاص مند بےریا یافتہ :—

معزالدین محمّد موسوی حیف
ز عالم سوی ملک معنوی رفت

کشید آہ و بگفتا عقل تاریخ
معزالدین محمّد موسوی رفت

دریغا رخت ہستی زیں سرا بست
معز موسوی خان سخنداں

ز حیرت خواست دل تاریخ فوتش
خرد گفتا ” کجا شد موسوی خاں “

۱۳۲ — آراستۂ باطن و ظاہر میر محمد علی ماہر :

استاد پختہ کار ، انسان کامل عیار بود - با قدسی و کلیم و میر بخشی و غیرہم شعراے عصر جہانگیری و نازک خیالان عصر عالمگیری صحبتہا داشتہ و فقر اختیاری باستقلال داشت - پیش دارا شکوہ مرید خان شدہ بود - چنانچہ خود فرمودہ :—

کرده بارادت انتخابم
بخشید مرید خان خطابم

بعد نوکری دارا شکوه ترک علائق دنیوی کرده گوشهٔ عزلت گرفت و دیگر کمر نه بست ـ

روزے فقیر گفت : " دانشمند خاں میر بخشی و همت‌خاں تن بخشی بر حال شما مهربان اند - چرا منصب معقول نمیگیرید ، خندیده گفت : بترک دنیا مشهور شده ام - دم از فقر میزنم ـ الحال باز بدنیا رغبت کنم ، مثل من بآں زن هندو ماند که با شوهر مرده برائے سوختن آمده باشد حرق آتش سوزاں دیده خواهد که بگریزد ـ خاکروباں بچوب سرش را شکسته بسوزانند تا در جهاں بود بجمیعت بود و در فکر سخن بود برائے بعضے پیش مصرع شش ماه تا هفت ماه فکر میکرد ـ چنانچه برائے مصرع آخر ایں بیت شش ماه فکر کرده پیش مصرع رساند :—

انتقام پدر از خصم پسر میگیرد
حاسد اهل سخن داغ ز حسن سخن است

دیوانے ضخیم و مثنوی رنگیں دارد نثرهائے رنگیں مثل ظهوری پر مضامین تازه نگاشته ـ گل اورنگ در مدح شاه عالم گیر اورنگ زیب و گل سر سبد از فکرهائے اوست چند فقره ازاں گلدستهٔ گلهائے معانی ایراد می‌یابد ،

در عهد صبی بمقتضائے سن اکثر ببازی گنجفه دست کشادے ـ بشمشیر سروا کردے ـ زر سرخ و سفید بخراج دادے ـ تا از مرکب ساز سرکارش نام سیاهی بادام شنیده ، بادام چوں پسته خنداں در پوست نه گنجیده :—

آرد از بهر مشق شاه مدام
چشم خوباں سیاهی بادام

در عہد خوش نویسیش از بسکہ یاقوت را مناسبتے بقطعہ نویسی نمی‌بینند - محرران دفترخانۂ ہمایونش بیاقوت قطعہ نمی‌نویسند مثنوی جامع نشاتین در زمین تحفۃ العراقین گفتہ بود - و افتتاح کلام از بہاریہ کردہ برائے آں مطلعے میخواست - حسب‌المدعا دست نمی‌داد - فقیر گفتہ گذرانید :—

اے برسر نامہ گل زنامت
باران بہار رشح جامت

ایشاں برائے ساقی نامۂ فقیر مطلعے گفتہ بودند - عنایت فرمودند :—

بود نامۂ نشہ بخش ادا
کہ بر سر کشد جام حمد خدا

مثنوی در مدح بیگم صاحب گفتہ معرفت والدۂ عنایت خاں آشنا فرستاد - بیگم بعد مطالعہ بریں بیت بسیار محظوظ شد :—

بذات او صفات کردگار است
کہ خود پنہان و فیضش آشکار است

پانصد روپیہ صلہ عطا فرمود -

فقیر در جوانی مدتے شعر را در خدمتش گذرانیدہ و اصلاح گرفتہ - سلامت نفس و شکستگی و گذشتگی بحدے داشت کہ روزے بخانۂ مرزا قطب‌الدین مائل مجلس شعر خوانی گرم بود - حکیم صاحب وملا محمد سعید اشرف و میر غیاث‌الدین منصور فکرت باہم صحبت داشتند ' نوبت بشعر خواندن فقیر رسید ' این مطلع تازہ گفتہ بودم ' بر خواندم :—

کے تواند دید زاہد جام صہبا بشکند
می‌پرد رنگم حبابے گر بدریا بشکند

ہمہ صاحبان سخن زبان بآفرین و تحسین کشودند - حکیم صاحب تا نصف شب ہمیں مطلع بر زبان داشت و میگفت : سبحان‌اللہ در ہند مردے پیدا شود کہ چنیں شعر بگوید -

روز دیگر در خانۂ دانش مند خاں بشاہ ماهر دو چار شد ۔ گفت : دیروز سرخوش شاگرد شما بسیار محظوظ ساخت ۔ بارک‌اللہ خوب تربیت کردید ۔ " شاہ ماهر گفت : " او کے شاگرد من است ، ما باهم یاریم ، پیش یک دیگر شعر میگذاریم شاگردی و استادی درمیان نیست شاید از راہ بزرگ زادگی خود میگفتہ باشد ، و الا من چہ لیاقت دارم کہ استاد او باشم ، چوں فقیر بعد از چند روز بخدمت رفت ۔ فرمود کہ " شما پیش حکیم چرا گفتید کہ من شاگرد ماهرم ۔ گفتم حق را بپوشم ۔ و کفران نعمت کنم ؟ گفت برائے شما خوب نیست ۔ و مرا خود فخر است کہ ، همچو تو شاگرد داشتہ باشم ۔ جمعے بلند فکر تر از من هستند کہ مرا و شعر مرا در نظر ایشاں قدرے نیست ۔ شاگرد مرا در چشم ایشاں چہ رتبہ خواهد بود ، شعرا شاگرد خدایند :—

بود شاگرد حق اُستاد عالم

گویا و جویا دو برادر بودند در کشمیر ۔ پدر ایشاں سامری تخلص داشت ۔ بشاہ ماہر گفتند کہ ببینید ماهر دو برادر نام و تخلص طالب کلیم باهم چہ قسم بخش کردہ ایم ۔ جویا طالب و گویا کلیم ، شاہ گفت : معنیهایش را باهم چہ قسم قسمت کردہ اید :—

گویند روزے گویا بامیر محمد اسمٰعیل حجاب بر معنی بیتی کج بحثیها کرد ۔ حجاب بر آشفت و بے حجاب گفت : آتش در گور آں سامری افتد کہ چونتو گوسالہ را گویا کردہ :—

نقل است : برهمن پسرے مقبول فکر سخن میکرد ۔ روزے پیش نواب سعداللہ خاں ایں بیت از فکرهائے تازۂ خود بر خواند :—

ز میداں سخن گوئی سبق برد
برهمن زادۂ از دو برهمن

نواب خندہ میکرد و بتکرار میخواند ۔ دریں اثنا میرزا محمد علی ماهر رسید ۔ فرمود : " بشنوید کہ برهمن زادۂ از دو برهمن چہ میگوید " او باز خواند ۔ ماهر گفت : " از صلایت صحبت نواب صاحب عبارت منقلب کردہ ۔ همچو گفتہ باشد :—

برهمن زادهٔ گوئے سبق برد
ز میدان سخن از دو برهمن

برهمن تخلص یکی از برهمنان پیشین بود و دویم چندر بهان منشی دارا شکوه تخلص کرد :—

فقیر تاریخ فوت آں کامل زمانه چنیں یافته :—

حیف ز بزم جهاں ماهر معنی طراز
مست بگنج وصال از قدح موت شد

سرخوش غمدیده خواست سال و فاتش زدل
گفت خرد : " آه آه ماهر ما فوت شد "

چشم چگونه دیدن رویت هوس کند
نظاره بر چراغ تو کار نفس کند

میکند معشوق از پهلوے عاشق دلبری
از پر خود شمع را پروانه می سازد پری

تا بدل گردیده ام خرسند عالم از منست
در قناعت مور از یک دانه صاحب خرمنست

بسکه در هجر تو چوں نال قلم کاهیده ام
از تنم صد پیرهن بالیده تر پیرا هنست

بسکه شه دل بستهٔ احوال ملک و لشکر است
زنگ بر آئینه داغی بر دل اسکندر است

زامد شد نفس که بر و شد مدار عمر
باشد دو اسپه تاختن شهسوار عمر

تنزلش چو ترقی باختیار مداں
که ایں نفس زدن شخص روزگار بود

دوباره سوزد ازاں رو فغاں بلند کشد
مئے دو آتشه در سوختن سپند کشد

۱۳۳ — حکیم رکنا مسیح : از امرای صاحب سخن عهد جهانگیر شاهی بود ، در معنی یابی ید بیضا داشت بسیار خوش فکر ، تازه معنی یاب است از زاد های طبع اوست :—

درمن آمیختهٔ از تواثر پیدا نیست
همه شیر است ، دریں کاسه شکر پیدا نیست

آنچناں باتو یکے گشته وجودم اے دوست
که ترابے تو تواں دیدن و بے من نتواں

روز اول کاندریں ویرانه بنهادم قدم
تا دمے بایست کشتن دهر دیوارے نداشت

تمام زندگیم بامئے دو ساله گذشت
حباب وار مرا عمر در پیاله گذشت

همچوں نگیں که بهرنگیں داں شده است خلق
او را خدا برائے کنار آفریده است

رباعی

آنانکه زیک دگر ، جگر ریش تراند
قومی پستر ، جماعتی پیشتر اند
در غربت مرگ بیم تنهائی نیست
یاران عزیز آں طرف پیشتر اند

۱۳۴ — شیخ سعدالله مسیحی پانی پتی : شاعر غرا از هم صحبتان شیدا بود ـ باهم اتحاد و یگانگی بلکه جنسیت معنوی تمام داشتند ـ چنانچه خود گوید :—

درمن و شیدا نماند اندر حقیقت امتیاز
من بشیدا ماندم و ماند بمن شیدائے من

قصهٔ رام و سیتا را از زبان هندی بنظم در آورده ، روز مره اش اگر چه موافق تازه گویان عراقی نیست ـ اما معنیهائے تازه ، غریب فکر کرد چنانچه در مدح پیر گوید :—

غذاے نفس زهر فاقه داده
غلط گفتم که نفسش مرده زاده

در نعت بیتے خوب داشت - اما مبتذل برآمد از رباعیات سحابی :—

دل از عشق محمد ریش دارم
رقابت با خداے خویش دارم

سحابی : کس را که غم حبیب باشد چه کند
بیچاره و بے نصیب باشد چه کند
عشق خوباں بلا فراواں دارد
آنرا که خدا رقیب باشد چه کند

و یک بیت در تعریف عصمت سیتا بآں خوبی گفته که جمیع خوش خیالان عصر پشت دست گذاشتند و ایں بیت را برابر لک بیت سنجیدند :—

تنش را پیرهن عریاں ندیده
چو جاں اندر تن و تن جاں ندیده

روزے میرزا محمد علی ماهر ایں بیت میخواندند و تحسینها میکرد - میدانست که در نعت گفته میفرمود " - اے کاش ایں همه اشعار که در تمام عمر گفته ام بآں مرد نصیب میشد و ایں یک بیت بمن میدادند - " فقیر گفت : " در تعریف عصمت سیتا گفته است " - بے اعتقاد شد و گفت : " چه پست فطرت و دون همت بود - چه معنی خاص را در چه محل فرود آورده - "

یک بیت در وقت فرو رفتن سیتا بزمیں نیز خوب تر گفته —

گریبان زمین شد ناگهاں چاک
در آمد همچو جاں در قالب خاک

فقیر نیز در تعریف معشوقۀ رسن باز رباعی گفته بود —

آں شوخ رسن باز که ماه زیباست
بالاے علم چو گل بشاخ رعنا است

نے نے غلطم کہ آفتاب محشر
یک نیزہ بر آمد و قیامت برپا است

توفیق یافتہ در منقبت امام ہمام حسین شہید علیہ‌السلام دوازدہ رباعی گفتم ، دراں جابستم —

گردند چو کوفیاں سوے شام رواں
بر نیزہ سر حسین شاہ دو جہاں

لرزید فلک کہ شد قیامت برپا
یک نیزہ بر آمد آفتاب تاباں

مسیحی : در بزم عاشقاں چو برآرم ز سینہ آہ
چوبی ہیزمی کہ دود کند دورم افگند

گر از خراش دلم منکری ببین برخم
کہ پیوست کندہ سخن میکند ادا ناخن

بحکیم مقرب خاں رباعی نوشتہ کہ بیت آخرش این است —

بر خوان عطائے تو مسیحی محروم
چوں صورت تصویر کہ باشد بر خواں

۱۳۵ - **ملا مفید بلخی** : از خاک توران ہمچو او معنی یاب صاحب تلاش بر نخاستہ ـ خوش فکر بود - در اوائل جلوس عالمگیری در بلدۂ ملتان بحضرت منان پیوست فقیر بحد ـ از استماع این واقعہ تاریخ فوتش گفت —

مرد ملا مفید در ملتان
این سخن چوں بگوش سرخوش خورد

بر کشید آہ و سال تاریخش
گفت : ” ملا مفید بلخی مرد “

از رہائی مگو کہ چوں طاؤس
پر و بالم بہ مہر صیاد است

زینت خانهٔ صیاد بود مرغ اسیر
از گرفتاری طاؤس قفس گلزار است

نه گردد نافغان من هم آزاد از گرفتاری
زمیل سرمه صیاد مرا چوب قفس باشد

مرا سوز محبت برد از جا
پر پرواز شد داغم چو طاؤس

بسکه پر شد ز سرمه چشمانش
شد رگ سنگ سرمه مژگانش

تکمه در پیرهن نمی گنجد
از هم آغوشی گریبانش

نالهٔ من همچونی جانم بلب آورده بود
یاد چشم سرمه آلودش بفریادم رسید

ز بسکه کرد پریشان غبار خط توام
نفس چو نال قلم گشت تار تار مرا

ز دست طالع ناساز خویش رسوائیم
سیاه بختی ما همچو مشک بودارد

۱۳۶ — **ملا محنی کشمیری** : گویند کر بود هرچه از انگشت بروے هوا می نوشتند در می یافت ، جواب می داد ۔ یک بیت ازو بالفعل بخاطر است —

صداے دل طپیدن از شکست رنگ می‌آید
زبان خاموشی در پرده رسوا میکند مارا

۱۳۷ — **صالح بیگ ملهم** : مرد سپاهی بود ۔ طبع درست داشت —

جلوهٔ حسن تو شد دام گرفتاری مرا
موج رنگ گل بود زنجیر پای عندلیب

۱۳۸ — مٹّی کلال رواج سخن وری در عہد جہانگیر شاہ دیدہ - این را هم سر شاعری بدرد آمد - طبع موزون بهم رسانید - دیوانے ترتیب دادہ - کلال و خدمتیہ قومی اند کہ دربانی پادشاہ هندوستان و امرای عظام آں جا بعهدۂ ایشاں مقرر است - غیر از چوب داری و اهتمام سواری شایستۂ هیچ کاری نیستند - جہانگیر شاہ ایشان را چنداں میخواند - هزار و پانصدی منصب داشت - چند گاہ در رکاب نورجہاں بیگم و پادشاہ دویدہ و مجرا ها کرد - عرضی شدہ کہ بتقریبے ذکر سلیقہ موزونیت من بحضرت خلافت درمیان آید کہ باعث ترقی احوال و افزونی عزت و اقبال گردد - بیگم وقت یافتہ عرض کرد کہ " مٹّی کلال هم شعر خوب میگوید امیدوار است کہ بسمع مبارک رساند - " پادشاہ فرمود کہ " الحال کار بجائے رسید کہ چنداں شعر میگوید - " بیگم عرض کرد کہ " خانہ زاد است ' در سایہ حضرت تربیت یافتہ " فرمودند کہ " بیاید! " بحضور آمدہ ایستادہ شد حکم شد کہ چیزے بخواند - بر خواند :—

مٹّی بگریہ سرے دارد اے نصیحت گر
کنارہ گیر کہ امروز ' روز طوفان ست

پادشاہ خندید و گفت کہ این جاهم رعایت اهتمام پیشۂ ایشان از دست ندادہ و مرعی کردہ ' دور کنید " باز بعد از مدت در خدمت بیگم صاحب ترددها کردہ و التماس نمود کہ یک بار دیگر اجازت شعر خوانی یابم - باز بیگم حضرت پادشاہ را برین آوردہ - طلبیدند — و حکم شد کہ بخوان - قضارا این بیت بخواند :—

من میروم و برق زناں شعلۂ آهم
اے همنفساں! دور شوید از سر راهم

پادشاہ بہ بیگم فرمود کہ من نمیگفتم این قوم را بشعر چہ مناسبت - درین بیت نیز بہاں پیشہ خود را جلوہ دادہ ' دور کنید :—

۱۳۹ — **منعم** حکاک شیرازی : شاعری معنی یاب ، خوش فکر بود - مثنوی در تعریف اکبر آباد بتلاش بسیار گفته و اکثر مضامین تازه بسته - در اوائل جلوس عالمگیر شاه ودیعت حیات سپرده - ازو است :—

آں را کہ زور بازوے کسب ہنر بود
دست پر آبلہ صدف پر گہر بود -

در خمارم روز و شب با آنکہ صہبا می‌کشم
خشک لب چوں ساحلم ہر چند دریا میکشم

مے زخم رقص کناں بے دف و نے می‌آید
دست بر دائرہ باشید کہ مے می‌آید

۱۴۰ — **مشہور** : شاعر خوش فکر در ایران بود - ایں دو بیت او از بیاض میر معز انتخاب شدہ :—

خدایا آرزو مطلب مکن حسرت نصیباں را
مدہ دم سردی صبح وطن شام غریباں را

لبالب دارد امانے ز اشکم چوں گل از شبنم
مکن از خندہ ہمچوں غنچہ ام پر گل بیاباں را

۱۴۱ — **میر معصوم کاشی** : ازو نیز یک بیت شنیدہ ام —

تو از سنجاب داری طوق ومن از آہن اے قمری
بہ بیں سرو تو بیرحم است یا سرو من اے قمری

۱۴۲ — **میرزا مقیم** : دو بیت او از بیاض میر معز نوشتہ شد ، نمی دانم کہ بود —

ازروے رحم گوش بہ فریاد ما بدہ
و اللہ کام خاطر ناشاد ما بدہ

اے آشنا بیار چساں آشنا شدی
ایں شیوہ را بیا بخدا یاد ما بدہ

۱۴۳ — **میرزا قطب‌الدین مائل** : جوان خوش فکر و خوش فهم و خوش نویس و قابل بود - از طالب علمی نیز بهرهٔ داشت - با حکیم صاحب و میر معز صاحب یار بود - در آخر عمرش کارش بجنون کشید - ترک منصب نموده در دارالخلافت فروکش گرد بیست و هفتم رمضان سنهٔ یک هزار و یک صد و هشت بعد از هفته از فوت میان ناصرعلی فر گذشت محمد عاکف : " جعل جنته مثواه " تاریخ یافت - **من اشعاره :**

مرده ام اما بیاد هم نوایان چمن
میطپد دل چون جرس در چنگل بازم هنوز

پاک طینت راز دنیا دوریے در کارنیست
میتوان چون آب گوهر از سر گوهر گذشت

در کسوت محبت هم رنگ را پسنددند
گر تو سیاه چشمی من هم سیاه روزم

بزم ما برهم ز سنگ محتسب کی میشود
شیشهٔ ما چون عنب گر بشکند می میشود

بچشم تیره دلاں روشنی غبار بود
سحر بکلبهٔ شب سیل نوبهار بود

ببزم بے خلل میکشان خاموشی
دهان پر گله خمیازهٔ خمار بود

جوش زن اے نوبهار تاهمه مستان شویم
شور کن اے عندلیب تاهمه نالان شویم

هستی مارا قضا دوخت کتانی قبا
جلوه کن اے مه لقا تاهمه عریان شویم

۱۴۴ — **مجدائے منصف** : شاعر خوش کلام بود - یک بیتش بنظر آمده فقیر نیز در جوابش گفته —

خوے بدما باعث آسودگی ما است
زنجیر در خانهٔ دیوانه جنونست

سرخوش :

خوے بد باعث آسایش دیوانه بود
کره جبهه ماقفل در خانهٔ ما است

۱۴۵ — الخوند محمد باقر مناسب : تخلص میکرد ـ آخرها **مشتاق** قرارداد و در اوائل جلوس عالم گیری با فقیر همدم و هم صحبت بود ، مرد کو کناری در محبت ویاری درست بود :—

بخواب عدم راحتے داشتیم
ازیں خواب مارا که بیدار کرد

در تیره ابر طالع خود برق حیرتیم
بے گریه هیچ گاه تبسم نمی‌کنیم

۱۴۶ — **ملک قمی** : در بیجاپور دکهن از اعیان آنجا بود ـ ظهوری در ساقی نامه مدحش کرده —

خون چکانست ملک تیغ جفا می ترسم
که پے آخر بدر خانهٔ قاتل برود

۱۴۷ — **مشرقی** : خوش فکر و خوش کلام بود ـ فکرش ازیں شاه بیت روشن است :—

ز کعبه آیم و رشک آیدم بخونابی
که از زیارت دلهاے خسته می‌آید

ن

۱۴۸ — **نظیری** نیشاپوری : گوے فصاحت و بلاغت از اقران زماں می ربودہ سخن سنجان عصر جہانگیر او را استاد میدانستند ۔ از مداحان خان خاناں سپہ سالار بودہ ۔ درھماں عصر نظیری دیگر بھم رسید ھردو برائے تکرار تخلص باھم در آویختند ۔ ایں میگفت : تو تخلص دیگر پیدا کن ۔ و آں میگفت تو تخلص دیگر پیدا کن آخر قرار بریں افتاد کہ نظیری نیشاپوری صاحب مال است ' دہ ھزار روپیہ موافق عدد یا بایں نظیری مفلس بدھد کہ یارا دور کردہ نظیر برائے خود تخلص نگاھدارد ۔ ھمچناں کرد ۔ سبحان اللہ عجب زمانہ و خوش عھدے بود کہ چنیں معاملہ پیش میرفت ۔ الحال اگر صد تا بر سرھم کشتہ شوند پشیزی بکس ندھند :—

پردہ برداشتہ ام از غم پنہانی چند
بزباں میرود امروز گریبانے چند

کشتہ از بس بہم افتادہ کفن نتواں یافت
فکر صحرائے قیامت کن و عریانے چند

بے تو روزم در درازی از شب یلدا گذشت
آفتاب امروز چوں برق از سرائے ما گذشت

نیش خارے نیست کز خون شکارے سرخ نیست
آفتے بود آں شکار افگن کزیں صحرا گذشت

جلوہ اش بنمود از بس محو رخسارش شدم
نالہ ام نشنید از بس گرم استغنا گذشت

عشق را کام بعہد رخ گلفام تو نیست
صبح امید و شب وصل در ایام تو نیست

محبت در دل غمدیدہ الفت بیشتر گیرد
چراغی را کہ دودے ھست در سر زود تر گیرد

آں دھد در گریہ پندما کہ باما دشمن است
آنکہ میگیرد شناور را بدریا دشمن است

۱۴۹ — **نادم** گیلانی : بسیار خوش گو و صاحب تلاش بود - حاجی محمد جان قدسی که هر بیتش را بیک اشرفی میخرید ' عجب خریداری بود :—

گشت ز سیر گلستان شیفتگی فزون مرا
نالۂ عندلیب شد زمزمۂ جنون مرا

داغ دلان عشق را سیر چمن غم آورد
لاله شگفته دیدم و شد خبر از درون مرا

معشوق ما بمذهب هرکس موافق است
باما شراب خورد و بزاهد نماز کرد

بیمار عشق را بمداوا چه فائده
دارد لب تو فائده اما چه فائده

به پشت لب خط آن قبله را شمار ابرو
چو رکن کعبه چهار است شد چهار ابرو

دریں بوستاں خوارم از بینوائی
غریبم چو گل بر سر روستائی

ز عکس رخم خاک هر کوچه زر شد
مرا کیسه خالی و من کیمیائے

دلم در وصل از تاب رخ جانانه میسوزد
فروزد گر چراغ تیره بختاں خانه میسوزد

بخششے درکفی خواهم و کنج لحدی
غربتم کارگر افتاده شهیداں مددے

باغباں ! چیدن گل سخت عقوبت دارد
بلبلے درقفسے به که گلے در سبدے

خرقه کردم من واو تکیه گه دولت ساخت
بسکندر نمدے داده بماهم نمدے

هر جام شگفته تر ز جام دگرے
در دست تو بادہ آب در پائے گلست

عالم تمام یک قفس از بلبلان اوست
تا حلقه گشت زلف تو صیاد دام سوخت

طالب کلیم پیش مصرع رسانیدہ ایں را چنیں مطلع ساخته :—

آں شاخ گل که سینۂ من گلستان اوست
عالم تمام یک قفس از بلبلان اوست

۱۵۰ — **ناظم** هروی : اوستاد خوش خیال و صاحب زبان بوده مثنوی یوسف و زلیخا بادا‌هاے رنگیں و روز مرۂ دل نشیں بسته ـ همه جادروے تلاش کردہ :—

آں بلبلم که هرگاه از دل کشم فغاں را
از خوں چو ساغر مے پرسازم آشیاں را

کافیست خرقۂ ز لباس جهاں مرا
آنهم براے سر بگریباں کشیدن است

گرلب زخم شهیداں خشک ماند دور نیست
جوهر تیغ تو در زنجیر دارد آب را

در خانقاه وحدت ذکر مخالفت نیست
چوں تارسبحه یک حرف از صد دهن برآید

همتم ، آزادگاں را هم عناں افتادہ ام
سایۂ سروم بپاے راستاں افتادہ ام

۱۵۱ — محمد نقی بیگ **نشۂ** : صاحب فکر است ـ دیوانے مختصر بطرز قدیم دارد :—

هرگز ثمرندارد نهال بیان ما
باشد ز برگ بید زباں در دهان ما

چناں گداختی از عکس خویش آئینه را
که جوهرش چو خس از آب میتواں چیدن

۱۵۲ — **ملانوعی** : در اوائل عهد جهانگیری در گذشته - شاعر غرائے اکبر شاهی بوده - مثنوی سوز و گداز بسیار بسوز و گداز گفته در وقت سوختن هندوزن بر نعش شوهرش گفته :—

چناں مستانه بر آتش نظر کرد
که از بند مستیش آتش حذر کرد

بغنچه رابطه جویم که در طبیعت عشق
گل شگفته بدلهاے بیغماں ماند

سویش چوروی ' پیشتر از دیده قدم نه
ورگامے ازو دور شوی پاے پسیں باش

۱۵۳ — **نازکی** : اشعارش خالی از نازکی نیست - یک بیت او بگوش خورده :—

نے گلاب است ایں که بر رخسار مهوش میزنی
دانه سوزد عالمے آبی بر آتش میزنی

فقیر هم بیتے مناسب ایں معنی ادا نموده ' قلم بند میگردد :—

به چشم مست ز گرمی گلاب می‌پاشد
بروی فتنهٔ خوابیده آب می‌پاشد

۱۵۴ — **میرنجابت** : برادر میر سیادت - طبعے رسا داشت - جنون بسر زده بود - بعضے جوانان موزون ذکر دیوانگی و جنوں در شعرها کرده خود را عمداً شوریده وا می‌نمایند - چنانچه میاں ناصرعلی و مرزا ابراهیم ادهم و غیرهما ایں نیز ازاں جمله بود —

هم هنر بین گهر ' هم عیب یاب گوهرم
چوں نگاه جوهری غواص آب گوهرم

ما دریں باغ نهال چمن تصویریم
هست در خانهٔ نقاش رگ و ریشهٔ ما

۱۰۵ — **آقا محمد حسین ناجی** : در فنون خط نسخ و نستعلیق یدبیضا دارد - برادر حاجی محمد اسمٰعیل روشن رقم است در علوم ظاهری و انشاپردازے نیز عدیم‌المثل - از مشفقان و مهربان فقیر است این چند بیت از فکرهاے اوست —

می بپرداز اشتیاق بیخودی چشم حباب
وصل را درنیستی چوں خانهٔ هستی خراب

بشکند از جور گردوں گر نسوزد دل ز عشق
دانهٔ کز برق سالم جست رزق آسیا است

آمد بتے بجلوهٔ دل برق آب کن
از زیں فرو نیامده پا در رکاب کن

مگر بخواب بروے تو واشود چشمم
خدا کند که بخواب آشنا شود چشمم

برنگ آه نومیدی بچرخ آهنگ کیں دارم
چو ناوک گرچه دست کوتهی در آستیں دارم

تا در آمد یار در آغوش از خود رفته ام
عمر ما چوں برق قدر یک بغل واکردن است

دل واشد و هرچه بود در من دیدم
یک غنچه بهار کرد و گلشن دیدم

آئینهٔ اوست هر بد و نیک ولے
در وجه حسن بوجه احسن دیدم

در یک قصیدهٔ منقبت معنی تازه یافته بود - در شعر قدسی ابتذالش بر آمد —

بود یک سایه در دو گوهر پاک
جسمک جسمش بیاں باشد

قدسی : اتحاد مصطفیٰ و مرتضیٰ را بس دلیل
کزدو پیکر سایہ می افتاد یکجا بر زمین

مطابق این قسم معنی شیخ شہاب‌الدین محمد بہائی در نعت بستہ ایراد می‌یابد —

مرا ز روی تعصب معاندے پرسید
پدر زروی چہ معنی نداشت روح‌اللہ

جواب دادم و گفتم کہ او مبشر بود
باحمد قرشی جمع خلق را ز اِلہ

مبشر از پئے آن کو بشارت آرد زود
روا بود کہ دو منزل یکی کند در راہ

۱۵۶ — **میر نجات :** دریں عصر از تازہ گویانست - در ایران بود طبع درست داشت :—

شوخ و بیداد کردہ ایم ترا
مطلب استاد کردہ ایم ترا

آنقدرها کہ یاد ما نکنی
آنقدر یاد کردہ ایم ترا

کوہ و صحرا پراست از نامت
بسکہ فریاد کردہ ایم ترا

من غلام کسے کہ گفت نجات
ماکے آزاد کردہ ایم ترا

روزے معشوق او جامۂ زرد پوشیدہ بود ، این بیت گفت —

چون با قبائے زرد قدش دلبری کند
آئینہ را بہار گل جعفری کند

۱۵۷ — **ناطق :** شاعرے معنی بند ، صاحب تلاش بود —

دل‌دران زلف اگر راہ نیابد غم نیست
گو بما باش ، پریشانی ماهم کم نیست

جنونم نالۀ زنجیر را افسانه میداند
دلم سر گشتگی را گردش پیمانه میداند

مفلس ترشحے ز تونگر ندیده است
کس رشته را بآب گهر تر ندیده است

نازک بتاں بنقش حقیر آشنا نیند
اوراق گل شکنجۀ مسطر ندیده است

۱۵۸ — **نسبتی** تهانیسری : شاعر پخته بود بطرز قدیم حرف میزد - در زبان هندی نس بتی یعنے ماه تخلص میکرد - ایں چند بیت انتخابی اوست :—

جدا زما ، دل مارا بزیر خاک کنید
بایں ستم زده در یک مزار نتواں شد

در پردۀ خاک نغمهها هست بسے
انگه شنوی که گوش بر خاک نهی

سینه روزن چه کنی چوں زبرم خواهی رفت
گر تو همسایه شوی رخنه بدیوار خوش است

هم ز دل دزدید صبر و هم دل دیوانه را
دزد دانا میکشد اول چراغ خانه را

شاهزاده دارا شکوه وقتے که او را طلب داشته ، ایں دو بیت نوشته :—

نکرده ام سفرے هیچگه ز خانۀ خویش
بروں نیامده عنقا ز آشیانۀ خویش

نهی پرم به پر و بال عاریت چوں تیر
نشسته ام چو کماں روز و شب بخانۀ خویش

ایں بیت او بسیار شهرت دارد - خوشگاه یاراں بود :—

نسبتی دل بدرد معتبر است
لاله با داغ آبرو دارد

۱۵۹ — طالب **نصیب** : ازو نیز یک بیت از زبان میر معز نصیب شده :—

غبار خاطر او گشته ام از ناتوانیها
گر اندک قوتے میداشتم ، میرفتم از یادش

۱٦۰ — قاضی **نوری** : در عهد جهانگیر بادشاه برمسند سخنوری متکی بود - ازوست :—

چناں کز در در آید اهل ماتم را سیه بختی
فغاں از بلبلاں بر خاست چوں من در چمن رفتم

بتاراج دل ماهر زماں اے غم چه می آئی
متاع خانۂ درویش غارت را نمی شاید

(و)

۱۶۱ — سرآمد سخنوران خوش خیال مرزا طاهر **وحید:** با صائب همسر و هم عصر بود - هر بیتش ورد زبان سخنوران ست و دیوانش مهر نماز معنی گستران - فکرهایش همه تلاشی و الفاظش مزین بخوش قماشی این بیت بتقریبی بشاه نوشته —

چون کمان حلقه بیکاریم با چندین هنر
زور بازو دست مارا بر قفا پیچیده است

چند بیت از اشعار آبدار او که انتخاب زدهٔ میر و غیره سخن فهمان معتبر است نوشته میشود —

چنان کز سنگ و آهن آتش سوزان شود پیدا
زنی گر هر دو عالم را بهم جانان شود پیدا

زفانوس گلی نتوان فروغ شمع را دیدن
چو بنشیند غبار جسم نورجان شود پیدا

میرود از دل تردد واکنی گردیده را
خضر بیداری بود در خواب گم گردیده را

برروے خلق دست طمع کردهٔ دراز
پل بستهٔ که بگذری از آبروی خویش

چون نماز قصر ، غربت زادگان راه عشق
باوجود ناتمامیها قبول درگه اند

گل به پیش عارضت از شرم بیرنگی گم است
سرمه در چشمت چوخال چهرهٔ زنگی گم است

شبهه را در وحدتش دست تصرف کوته است
کے تواند دیدهٔ احول دو دیدن روز ر

اشک ریزان است گوهر در کفش وقت شمار
مال منعم گریه بر احوال منعم میکند

زیاران کینه هرگز در دل یاران نمی ماند
بروی آب جائے قطرهٔ باران نمی ماند

میبرد آخر ترا خواب عدم بیدار باش
آمد و رفت نفس‌ها جنبش گهوارہ است

دردا که یکی نیست بعاشق سخن تو
بادام دو مغز است زبان در دهن تو

نه امروزیست این بر گشتگی مارا که چون گوهر
نشان از مانبود و کشتی ما بود دریائی

اعتبارات جهان رفته است پیش از آمدن
نامها در وقت کندن از نگیں افتادہ است

رشک چشم احولم سوزد کز اسباب جهان
هرچه می بیند بیک دیدن مکرر می‌شود

بسان مغز بادامی که از توأم جدا ماند
در آغوشم نمایان ست خالی بودن جایت

تا بخوانی از رخم حال درون تنگ را
شرم میگرداند اوراق کتاب رنگ را

باستقبال عیشم تا بمنزل میرود محنت
بگوش آید شکست شیشه ام از سینهٔ خارا

فتادگیست که پروازآں فلک پیماست
ببال سایه گرفتست اوج قدر هما

وحشتم بست بزنجیرو بصیاد سپرد
نفس صید چو در سینه به پیچد دام است

مانند شان موم که ریزند شمع ازو
شد خانها خراب که سروت نهال شد

ز شرمم در پس دیوار چوں برگ گل رعنا
اگر با لالہ روے خویش در یک پیرهن باشم

لبے کہ زمزمۂ خواستن بود سازش
صداے ریختن آبرو ست آوازش

شد هر گرہ رشتۂ من بار صنوبر
از بسکہ درو ناخن تدبیر شکستم

نباشد از ضعیفاں عشق عالم سوز را عارے
قباے شعلہ چسپانست بر اندام هر خارے

مانند بر خارا نشان صورت شیریں هنوز
شیشۂ دل را ببیں فرهاد چوں بر سنگ زد

نگاہ گریہ آلودم چو گوهر
ز پشت دیدۂ پوشیدہ پیدا است

در قید تو ام باز کہ چوں نور ز غربال
جان از تن من دام بدوش آمدہ بیروں

راحت تن گر هوس داری بمعموری میا
شب در آبادی خورد صد زخم از نور چراغ

همچوں نگاہ اشک فشاناں براہ شوق
دو گام پیش زابلۂ پا دویدہ ام

بہ پیش ابروی پر چیں او زباں عناب
چو تیغ زیر رکابی همیشہ بیکار است

یک بیت او خوش گاہ میر معز موسوی بود ، فقیر جوابش گفتہ ۔ هر دو نوشتہ شد ۔ و هیذ :—

ز شرم حسن تو آبی و من فتادہ بخاکم
بمن فتد چو گذارت هزار رنگ برائی

سرخوش : تو آفتابی و من شیشہ هاے بوقلمونم
کنی چو برسر ما جلوہ رنگ رنگ برائی

یک بیتش را میر معز موسوی خان و فقیر جواب گفته - هر سه قلمی میگردد -

وحید : اگر نالم ز رنج خار در پا رفته نامردم
ولے در زیر پائے من شکست ایں میکند دردم

میر معز : بدم بر محملم افسون تکلیف وطن هردم
که همچوں عضو از جا رفته افزوں میشود دردم

سرخوش : بعریانی مرا دل گرمی دیگر شود هردم
چو اخگر جبهٔ سنجاب پوشیدن کند سردم

یک بیت او را که خوش کرد میر معز موسوی بود ' فقیر جواب گفته - هر دو نوشته میشود - **وحید :**

کے کسے پنهاں تواند شد ز دست انداز مرگ
شمع کافوریست در دست اجل موی سفید

سرخوش : پیک پیری چوں رسد سامان رفتن کن زدهر
نامهٔ پیچیدهٔ مرگ ست هر موے سفید

۱٦۲ - **محمد رفیع واعظ :** در صفاهان بفضل و کمالات مسندآرام افادت و افاضت است و به لالی آبدار وعظ و نصائح گوش هوش عالمیاں را مزین میدارد - در سخن وری و معنی گستری بازوی پهلوانی با صائبا و میرزا طاهر وحید میزند - دیوانش را میر معز بهند آورده - مثنوی جنگ شاه عباس باتلم خان اورنگ بسیار رنگین و خوب گفته - اقوال دوازده امام را جمع نموده کتاب ' مسجع ' نوشته ابواب الجنان نام نهاده - ایں بیت در توحید ازاں کتاب است :-

عطا کرده از گنج انعام خود
بدل یاد خویش و بلب نام خود

نفس درمیاں شد چناں بے سکوں
که یک پادرون است و یک پا بروں

عرق ناکردہ پاک از محفل ماشد نگار ما
دریں گلشن سبک برخاست از شبنم بہار ما

گشت یک شب درمیاں وصل سہی بالاے ما
کربلائی شد لباس تیرہ بختیہاے ما

بزمیں برد فرو خجلت محتاجانم
بے زری کرد بمن انچہ بقاروں زر کرد

باز دارد راحت دنیا ترا از بندگی
از خدا غافل شدن تعبیر خواب مخمل است

شبے برما اسیراں بگذرد بے روے چوں ماهش
کہ جز چشم سفید عاشقاں نبود سحرگاهش

ز آتشپارۂ خود گرمئی وا میکشم امشب
چو اشک شمع در هرگام میگیرم سر راهش

دلم مجنون و لیلی آں نگاہ عشق ساز او
طناب خیمۂ لیلی ست مژگان دراز او

نماید خاک را هردم بانگشت عصا پیری
کہ امروز است یا فردا کہ خواهد بود جا ایں جا

از بزرگاں وحشی و با خاکساراں همدمیم
کوہ اگر باشی تو ماسیلیم اگر خاکی نمیم

همچو حرفم کز کتاب اُفتادہ باشد بر کنار
گر بصورت دورم از یاران بمعنی همدمیم

چناں زشتم کہ ترسم چشم رحمت ننگرد سویم
مگر فرداکشد رنگ خجالت پردہ بررویم

نمیدانم ز حیرت یار کے برخاست از مجلس
طپید نهاے دل هر چند دستے زد بہ پہلویم

بدرد عشق کاهیدن ز کافر نعمتی باشد
چو چین جبه می‌باید زغم بر خویش بالیدن

چون نه گردد حال بر مفلس ز شرم قرض خواه
میرود از دیدن خورشید رنگ از روی ماه

به پیری از چه رو می افگنی کار جوانی را
نمی دانی که سلخے هست ماه زندگانی را

کسے کز بار پیری حلقه شد قد چو شمشادش
سراپا چشم گردیده است می جوید جوانی را

در آفت خانۀ دنیا تلاش خاکساری کن
زمیں بودن سپر باشد بلاے آسمانی را

قد چون خمید جمله حواست زبون شود
لشکر شود شکسته علم چون نگون شود

منظور ما ز ترک جهاں نیست جز جهاں
چوں باز بهر صید بود چشم بستنیم

برنگشتم از جهاں زاں ساں که رو واپس کنیم
مردنقاشے که مستقبل کشد تصویر ما

بخونریزی همانا داده الفت چشم جادو را
که از مژگاں نهد انگشت هردم تیغ ابرو را

محبت طرفه صحرائیست کز غیرت دراں وادی
گریباں چاک نتواں دید نقش پاے آهو را

نقطۀ جیم جمال آں غنچۀ خنداں اوست
مستزاد مصرع ابرو صف مژگاں اوست

۱۶۳ — حسن بیگ **واثق** : فکر عالی داشت در معنی یابی استاد بود - در اوائل جلوس عالمگیر شاهی منصب گذاشته رخصت ولایت گرفت یک دو مرتبه فقیر را باوے اتفاق صحبت افتاده یک بیت تازه مرا بخط من در بیاض خود نویسانیده برد و گفت : " تحفهٔ که از هند میبرم ، این شعر تست - " **سرخوش :**

پوشیده ته خرقهٔ پشمینه کشی مے
چون ابر بود آب نهان در نمد من

راست بودن پاکج اندیشان بلاست
عکس سرو از آب موج اژدها است

بانگیں کنده هرگامیم در افشاے راز
میتوان فهمید حال دل ز نقش پاے ما

آئینه ایست بر سر راه عدم وجود
هرکس رسید ، کرد نگاهے و در گذشت

کوه و صحرا همه یک لعل بدخشانی شد
رنگ گل بسکه ز شوق تو بیابانی شد

حیرت گداز آں مژهٔ سرمه سائے را
آمد شد نگاه شمار نفس شود

درد حرف و صاف خاموشی ست لب خاموش دار
این سخن از طوطی و از عکس طوطی گوشدار

جز نام تو بر زبان نمی گردد
صد بار اگر زبان بگردانم

اے جوان در قامت خم گشتهٔ پیران نگر
رفته رفته زندگی بار گرانی میشود

پیر شدی واثق و از کبر نرستی
کوه بزیر آمد و پلنگ نیامد

۱۶۴ — درویش **واله** : طرف بنگاله بسرمی‌برد - صاحب معنی بود - این بیت عالی بر فکرش دال است —

آسمان گو خلعت منت مپوشاں برتنم
زانکه همچوں نغمه تارے بس بود پیراهنم

فقیر سرخوش در جوابش نیز مطلعے رساندہ **سرخوش :**

زیر بار منت خلعت کجا باشد تنم
چوں حباب است آبروی خویشتن پیراهنم

۱۶۵ — **ملا والی :** از حقیقتش آگاهی نیست ـ دو بیت از و بدست افتاد —

تهمت زده ام کرد بعشق دگر ، اے کاش
پرسند که غیراز تو بعالم دگرے هست

در مانده باحوال خودم ایں چه حجابست
فارغ بگذر ، طاقت نظاره که دارد

۱۶۶ — عبدالواحد **وحشت :** جوانیست از تهانیسر ـ نوبفکر در آمده ـ تلاش الفاظ شوخ و استعارات بلند دارد ـ همیں طرز اختیار کرده —

چشم را خالی کن از دیدن تماشا نازکست
آرزو در سینه بشکن جلوه آرا نازکست

صد بیاباں ناله پرداز خموشی گشته ایم
سرمه میداند که فریاد دل ما نازکست

شوخ چشمی قابل کیفیت دیدار نیست
شیشه از حیرانیٔ دل کن که صهبا نازکست

بسکه از یاد تو حیرانی قیامت شور بود ـ
جوهر آئینه فریاد دل رنجور بود

در بیابانے که چشم بیخودی واکرده ایم
هر کف خاکی تجلی خانۀ منصور بود

خان وماں پردازی همت تماشا کرده ایم
صد بیاباں عالم از ویرانۀ مادور بود

"ھ"

۱٦۷ — محمد عاشق ھمت : جوان صاحب طبع و خوش خیال است فکرھاے تازہ دارد ازوست :—

کے جدا حسن از خیال عاشق دل تنگ بود
آتشے بود آں پری تا شیشۂ ما سنگ بود

در انتظار او نگہم خوں شد و چکید
چشم جدا ز دوست گلوی بریدہ است

بیا ھنوز غمم را خمار حسرت نیست
بجام آئینہ تہ جرعۂ نفس باقیست

۱٦۸ — محمد ھاشم : پدرزن فقیر - نیز خوش فکر ، مرد صاحب کمال بودہ - ھفت قلم خوب مینوشت ، و فضیلتے نیز داشت گاھے فکر رباعی میکرد ازو است :—

رو فقر گزیں کہ فقر بہتر زغنا
کاں سایہ کند در آفتابت فردا
دولت ندھد نجات ز آتش چوں فقر
خس خانہ بہ از قصر بود در گرما

"ی"

۱۶۹ — میر یحییٰ : کاشی : از شعرای پای تخت و روشناس پادشاه بود ـ تاریخ آبادی شاه جهان آباد را خوب یافته "شد شلهٔ جهان آباد ' از شاه جهان آباد ـ " پنج هزار روپیه صله یافت از پیش گاه جهانداری حکم نظم کردن پادشاه نامه نیز با و شده بود ' داستانی موزوں کرده گذرانید ـ دراں بسته :—

سر راجپوتاں جگت سنگه بود
که بر شیشهٔ نه فلک سنگ بود

محمد علی ماهر هر چند گفت که " سنگه و سنگ قافیه نمی‌شود " گفت " ما مغلیم ' معذوریم ـ " آخر بهمیں بیت آن نظم از نظر انور افتاد ایں دو سه بیت ازوست :—

حرف تو می‌برد زدل ذوق مئے شبانه را
لب بکشا و باز کن قفل شراب خانه را

خر می‌در خاک غربت نیست من هم چوں نهال
مشت خاکے از وطن اے کاش بر میداشتم

ایں هوسها از وجود دل تولد میکند
مرد تا در سینه دارد دل زن آ بستن است

ایں بیت تاریخ وفات بر لوح مزارش نوشته اند :—

اے که از دشواری راه فنا ترسی مترس
بسکه آسانست ایں ره میتواں خوابید و رفت

تاریخ وفاتش مصرع :

" احیاے سخن چو کرد یحییٰ ' جاں داد "

دیگر شاعرے که سر حرف تخلصش ' یا ' باشد ' یافته نشد ـ ناچار بهمیں ختم نموده ـ

خاتمه :

اگر چه شعرا در عالم بسیار اند و سخنوران بیحد و بیشمار - اما فقیر بر احوال همین عزیزان اطلاع یافته - و این اشعار که از هر کدام نوشته انتخاب نمودهٔ میر معز موسوی خان سخن دان است - و از سفینهٔ او که گلشن فطرت نام دارد ، نقل گرفته شده - بعضے از بیاض میرزا محمد علی ماهر و میر محمد زمان راسخ که در سخن فهمی ایشان همه را اتفاق است - تحریر یافته - و این نمیگویم که این اعزه سوائے این اشعار منتخبه دیگر ندارند - بفقیر همین قدر در وقت تسطیر بخاطر کسیر یاد بود -

تاریخ چند : که صاحب طبعان از آیات قرآنی استخراج نموده - کمی و زیادتی بعضی را بتعمیه درست کرده اند - و بعضے تاریخات وقوعی و نادر که بگوش خورده و خود نیز گفته قلمی میگردد -

(۱) تاریخ فتح روم که امیر تیمور صاحب قران کرده ، یافته‌اند " غلبت الروم فی ادنی‌الارض - " شاه جهان پادشاه شنیده بسیار پسندید - فرمود که " از کتب تاریخ تحقیق نمائید که در هشتصد که عدد ضاد است واقع شده " - چون دیدند ظاهر شد که در هشت صد و پنج فتح روم شده - پادشاه فرمود که " تفاوت پنج سال بسیار است - " افضل خان وزیر اعظم بعرض رساند که " ضاد ملفوظه بگیرند - فن معماست ، مضائقه ندارد -

(۲) تاریخ جلوس شاه عالم گیر ، میر عبدالرشید صاحب فرهنگ رشیدی -

" اطیعوا‌الله و اطیعوا الرسول و اولی * الامر منکم "

یافته -

(۳) تاریخ فتح بیجاپور که شاه عالم گیر کرده ، قابل خان منشی خلف میرزا کاظم بتعمیه یافته - تاریخ :

---

* تینوں نسخوں میں اولوالامر ہے

اخرجناهم من جنات و عیون و مقام کریم
یعنے حرف هم را بر آورده حساب کنند ـ

(۴) تاریخ گریختن سیوا مقهور این است :

" ان شانئک هوالابتر "

(۵) تاریخ حفظ قرآن شاه عالم گیر پادشاه :

" سنقرئک فلا تنسیٰ "

(۶) تاریخ فوت شیخ حاتم سنبهلی :

" عند ملیک مقتدر "

(۷) تاریخ حمام یافته اند :

" ان کنتم جنبا فاطهروا "

(۸) تاریخ فوت شیخ عبدالواحد که از خلفاء شیخ سلیم چشتی بود :

" کان من المخلصین "

(۹) تاریخ فوت عزیزے :

" دخل الجنة بلا حساب "

(۱۰) تاریخ فوت نواب زیب النساء بیگم ، میرزا خلیل ابن میرزا امان الله یافته

" و ادخلی جنتی "

(۱۱) تاریخ فوت والدۂ خود فقیر یافته :

" فی جنة عالیة " سنه ۱۰۵۴ھ

(۱۲) تاریخ جلوس شاه طهماسپ از قول شاه ولایت برآورده اند که فرمود :

" لکل قوم دولة و دولتنا فی اخرالزمان "

باعتقاد اهل تشیع اشاره بظهور صاحب الامر است ـ آخرالزمان که نه صدوسی عددش باشد ، تاریخ جلوسش میشود ـ

(۱۳) (۱۴) (۱۵) " ظل الله " و " مروج مذهب " و " عباس بہادر خاں "
تاریخ شاہ عباس یافتہ اند -

(۱٦) تاریخ جلوس شاہ طهماسپ ، اهل توران " مذهب ناحق "
یافتہ بودند - ایرانیان " مذهبنا حق " درست کردند

تواریخ فارسی

(۱۷) تاریخ فوت اکبر بادشاہ :—
" الف کشید ملائک زفوت اکبر شاہ "

(۱۸) تاریخ فتح بلخ و گریختن نذر محمد خاں نصیرا یافتہ :—
والی توراں بر آراز ملک توراں بعد ازیں
ثانی صاحبقراں بنشاں بجایش کن حساب

(۱۹) تاریخ قتل ابوالفضل باشارۂ جهانگیر مصرع :
تیغ اعجاز رسول اللہ سر باغی برید
یافتہ اند —

(۲۰) تاریخ فوت حافظ رخنہ مالی باغ سرهند —
" باغ را رخنہ شد و آب نماند ".

(۲۱) وقتے کہ شاہ عباس نہر بروضۂ منورہ رضویہ آوردہ ،
حاتم بیگ اعتماد الدولہ تاریخ یافت :
" آب آمد بروضہ داخل شد "

(۲۲) در هماں ایام میر محمد باقر داماد علیہ الرحمۃ تصنیفے کردہ
بود ، " خلسۂ ملکوتیہ " نام نهادہ باعتماد الدولہ تکلیف
تاریخ آں کرد - پرسید کہ " تصنیف شما در چہ علم
است ؟ " - گفت : در کل علوم " - اعتماد الدولہ بدیهہ
گفت کہ :

" کل علوم از خلسۂ ملکوتیہ بدر رود " -
تاریخست چوں حساب کردند ، درست آمد .

(۲۳) تاریخ فتح بیجاپور 'محمد علی جواهر کن ' علم تخلص —

,, ز روے فضل بیجاپور شد فتح " یافته ۔

(۲۴) تاریخ حیدرآباد —

مدد جو از علی انگاه برگو

مبارک باد فتح حیدرآباد

(۲۵) تاریخ فوت حافظ داؤد مغنی —

" از نغمهٔ داؤد بروں شد آهنگ ۔ " یافته اند ۔

(۲٦) لطیف نام عزیزے حوض ساخته ۔ تاریخ :

" از حوض لطیف آب بردار ۔ " تاریخ یافته اند ۔

(۲۷) حسین نام شخصے حوض ساخت —

,, دم آبے بخور بیاد حسین ۔ " تاریخ یافتند ۔ یکے تصرف کرد که " دم آبے " گفتن خست است —

" جام آبے بخور بیاد حسین " درست کرد ۔

تواریخ چند وقوعی که بسمع فقیر رسید :

(۲۸) تاریخ فتح گجرات نواب خان خانان بچهار زبان یافته اند ۔ سحر حلال همیں است —

,, یوم الاحد ثانی ربیع الاول " " پیر شنبه یکے ربیع الاول "

" روز یک شنبه دویم ربیع الاول " " اتوار ربیع الاول کی روج "

(۳۲) تاریخ تولد بابر پادشاه " شش محرم " یافتند ۔ شش محرم در حساب عدد خیر است و عدد خیر نیز تاریخ است ۔

(۳۳ و ۳۴) تاریخ فوت شاه طهماسپ ۔ و جلوس شاه عباس :

" دوازده امام گفت و بنشست " " دوازده امام گفت و برخاست " —

(۳۵) تاریخ جلوس شاہ عالمگیر " ظل الحق " یافتہ ۔

(۳٦) تاریخ تولد شاہ عالمگیر : " آفتاب عالم تاب " یافتہ اند ۔

(۳۷) تاریخ جلوس شاہ جہاں —

" شاہ جہاں باشد شاہ جہاں "

(۳۸) تاریخ فوت شاہ جہان —

" ز عالم سفر کرد شاہ جہان "

(۳۹) تاریخ فوت جہانگیر شاہ —

" جہاں گیر از جہاں رفت " یافتہ اند ۔

(۴۰) تاریخ فوت زمانہ بیگ مہابت خاں —

" زمانہ آرام گرفت " یافتہ اند ۔ عجب تاریخست مشتمل بر مدح وذم ۔ زیرا کہ خاں معز الیہ * بشرارت و قہاری مشہور بود :

(۴۱) تاریخ کشتہ شدن ملک عنبر —

" سر غلام پر از کہ کن و حساب طلب "

(۴۲) تاریخ فوت شیخ سلیم چشتی ، خوشگاہ فقیر سرخوش است تاریخ درویشاں بہ ازیں متعذر است ، کم اتفاق افتادہ است کہ می افتد ۔ تمام قطعہ ایراد می یابد قطعہ :

مغیث ملت و دیں شیخ اسلام ان کہ در قربت
ز شبلی و جنید ار باز پرسی گویمش ثانی
رہبود از عرصۂ دنیا و دیں گوئے کمالیت
ز درویشاں بدرویشی ، ز سلطانان بسلطانی "
فنا از خود ، بقا باحق بود معلوم درویشان
ازاں شد سال تاریخش " بحق باقی ز خود فانی "

(۴۳) تاریخ فوت ہمایوں پادشاہ مصرع —

" ہمایوں پادشاہ از بام اُفتاد "

مشہور است —

---

* نس مرومی الیہ

(۴۴) روزیکه اکبر پادشاه با پادشاه زادهٔ سلیم که جهانگیر شاه باشد ، مهمان شد بخانهٔ عزیز کوکه —

" مهمان عزیز اند شه و شهزاده "

تاریخ یافتند —

(۴۵)
(۴۶) } تاریخ فوت زن فدائی خاں جهانگیری :

" زن فدائی خاں مرد " و " فدائی خاں کی جورو موئی "
یافتند - این از جملهٔ نوادرات است .

(۴۷) تاریخ فوت جعفر خاں دیوان اعلیٰ میرمعز بزبان هندی یافته

" جعفر خاں جیو موے "

(۴۸) تاریخ رسول خاں روز بهائی - در راه عیدگاه کشمیر پل بسته —

" بره دین رسول پل بسته "

یافتند -

(۴۹) تاریخ مسجد عیدگاه که شاه جهاں پادشاه ساخته —

" کرد بنا عیدگاه شاه جهاں بادشاه "
یافتند

(۵۰) تاریخ پل مهرباں آقا " بسته از راه مهربانی پل "
تاریخ چند که فقیر یافته

(۵۱) چهار کس از آشنایان فقیر در یک سال فوت شدند از نام هر چهار تاریخ بر آورده " واے از دلکام و طاش فولاد و سیدی یار محمد و عبدالواحد "

(۵۲) تاریخ تولد پسر مرزا قطب‌الدین مائل بن امان‌الله بن باقی که رکن‌الدین نام داشت —

" رکن‌الدین محمد بن قطب‌الدین محمد امان‌الله باقی "
یافته ام -

(۵۳) تاریخ دو حویلی خود در یک رباعی بسته ام —

از لطف عمیم ایزد عز و جل
چون گشت عمارتم همه مستکمل
شد سال بنای خانهٔ سابق و حال
"این مسکن افضل آن مقام افضل"

(۵۴) تاریخ تولد سکندر میاں پسر اعظم شاہ عالی جاہ :
" وارث سکندر آمد " یافته ام -

(۵۵) تاریخ مسجد زیب النساء بیگم که در کشمیر ساخته " کعبهٔ حاجات شد مسجد زیب النسا " یافته ام —

(۵۶) تاریخ کدخدائی شاهزادهٔ اکبر بن شاہ عالم گیر :
" قران سعد اکبر شد بناهید "
یافته ام —

(۵۷) تاریخ گریختن راناے مقهور :—
" ندا آمد که کافر از میان رفت "
یافته ام —

(۵۸) تاریخ مسجد خود یافته ام —

چون بست ز فضل ایزد عزوجل
آراسته این مسجد پر زیب و حلل
اندیشه ز طبع سال اتمامش خواست
دل گفت که : ,, مسجد محمد افضل "
۱۱۱۰ ھ

(۵۹) تاریخ مشرفی عدالت که بفقیر شده بود : " اشراف عدالت " یافته ام -
۱۰۸۷ ھ

(۵۹) تاریخ فوت شیخ سلیمان یافته ام —

شد شیخ سلیمان بسوی دار بقا
وارست ز قید هستی بے سروپا

هم " شیخ سلیمان " شده تاریخ وفات
پیمانهٔ عمر بود نامش گویا ۔

(٦٠) تاریخ تولد برادر زادهٔ که اسدالله نام داشت معنیش که " شیر خدا " است ۔ یافته ام ۔

شبے فقیر در واقعه می بیند که شخصے میگوید که تاریخ فوت محمّد علی خان میر سامان شاه عالمگیر بگو من میگویم که مرا چه مطلب که در فکر بیهوده افتم میگوید که مرد نیک بود ' البته بگو " چون بیدار می شوم و حساب میکنم " محمد علی خان بمرد " تاریخ بے کم و زیاد بر آمد ۔۔ ۱۰۹۹ ھ

رباعیات فقیر

(۱)

از غیر بریست ذات یزدان صمد
بگذر ز دوئی بگوے الله احد
سر رشتهٔ وحدت مکن از کثرت کم
چون هست یکے وجود واحد بعدد
۱۹ ۱۹

(۲)

سرخوش ! اگرت نشه هوش و خرد است
بشتاب براهے که پیمبر بلد است
بر ذات رسول رهنمائی شده ختم
زیرا که رسول و رهنما هم عدد است

(۳)

اسلام بصید کفر بے شبهٔ و شک
از تقویت شیر خدا شد شیرک

با اول من اُمن آمد بحساب
۲۱۸
تعداد علی ابن ابی طالب یک
۲۱۸

(۴)

بر حسب مناسبت چو کردیم نظر
افتاد بتعداد موافق یکسر

تلخی و غم و یاس و هوس سهو و حساب
١٠/۴٠ - ١٠۴٠ ٧١ - ٧١ (٧١) (٧١)

قرب و شب و عشق و دوست مهر و مادر
۳٠۲ ۳٠۲ ۴٧٠ ۴٧٠ ۲٠٥ — ۲٠٥

الفاظ مقابل الفاظ در اعداد برابر اند —

(٥)

سرخوش دگر این عجب که از روی حساب
افتاد بتعداد موافق دریاب۔

شعر و کشمیر و فقر و عیش و گل و مے
٥٧٠ - ٥٧٠ - ۳۸٠ - ۳۸٠ - ٥٠ - ٥٠

قرب و شب و سبز و هندی و راحت و خواب
۳٠۲ - ۳٠۲ - ٦٩ - ٦٩ - ٦٠٩ - ٦٠٩

(٦)

سرخوش! عجب این که ز اتفاق بیحد
اُفتاد موافق بحساب ابجد

ناز و محبوب و عاشقی و آفت
٥٨ —— ٥٨ —— ۴۸١ —— ۴۸١

بے عقل و دراز و فتنه وُ کوته قد
۲١۲ —— ۲١۲ —— ٥۳٥ —— ٥۳٥



فہرست اعلام

فہرستِ اماکن

فہرست کتب

FOREWORD

Muhammad Afzal Sarkhush lived in the days of Muhammad Awrangzeb Alamgir Badshah. He was one of the three eminent poets of his period, the other two being Nasir Ali Sarhindi and Ghani Kashmiri. Although Sarkhush might have been excelled by others of his contemporaries in certain branches of learning, none exhibited in such fine perfection the varied literary culture, which at that time was so highly prized. Our knowledge of Persian poets, who flourished in the days of the emperors Jahangir, Shahjahan and Alamgir is drawn to a large extent from his work "Kalimat-al-Shuara" now presented to the public by the University of Madras. His work as editor, commentator and critic of Persian poetry can form the basis for a study of the poets in the Mughal period.

The contents of "Kalimat-al Shuara" include, besides brief biographical sketches, passages mostly extracted from the *ghazals* and occasionally from *mathnawis* of the poets mentioned, some of whom belong to the last days of the emperor Akbar and others to the days of his successors Jahangir, Shahjahan and Alamgir. The selections by Sarkhush show that a natural genius for poetry was widely diffused in that period and that the art was successfully cultivated among all ranks of Muslim society.

The Head of the Department and the Junior Lecturer in Urdu have, with great care, edited this volume, the press copy of which was prepared by Mawlavi Muhammad Husayn Mahvi, Junior Lecturer in Urdu, who retired from service. The Urdu introduction prepared by the Mawlawi Sahib was in the form of notes; the editors have arranged the material in the present form.

UNIVERSITY BUILDINGS
Triplicane
1st October, 1951.

S. MUHAMMAD HUSAYN NAINAR

Printed at The NURI PRESS LTD.
54, Main Road
Royapuram MADRAS
1951

FOREWORD

Muhammad Afzal Sarkhush lived in the days of Muhammad Awrangzeb Alamgir Badshah. He was one of the three eminent poets of his period, the other two being Nasir Ali Sarhindi and Ghani Kashmiri. Although Sarkhush might have been excelled by others of his contemporaries in certain branches of learning, none exhibited in such fine perfection the varied literary culture, which at that time was so highly prized. Our knowladge of Persian poets, who flourished in the days of the emperors Jahangir, Shahjahan and Alamgir is drawn to a large extent from his work "Kalimat al-Shuara" now presented to the public by the University of Madras. His work as editor, commentator and critic of Persian poetry can form the basis for a study of the poets in the Mughal period.

The contents of "Kalimat-al Shuara" include, besides brief biographical sketches, passages mostly extracted from the *ghazals* and occasionally from *mathnawis* of the poets mentioned, some of whom belong to the last days of the emperor Akbar and others to the days of his successors Jahangir, Shahjahan and Alamgir. The selections by Sarkhush show that a natural genius for poetry was widely diffused in that period and that the art was successfully cultivated among all ranks of Muslim society.

The Head of the Department and the Junior Lecturer in Urdu have, with great care edited this volume, the press copy of which was prepared by Mawlavi Muhammad Husayn Mahvi, Junior Lecturer in Urdu, who retired from service. The Urdu introduction prepared by the Mawlawi Sahib was in the form of notes; the editors have arranged the material in the present form.

UNIVERSITY BUILDINGS,
Triplicane
1st October, 1951. } S. MUHAMMAD HUSAYN NAINAR

Printed at The NURI PRESS LTD.
54, Main Road
Royapuram MADRAS
1951

MADRAS UNIVERSITY ISLAMIC SERIES—No. 14

GENERAL EDITOR

S. MUHAMMAD HUSAYN NAINAR, M.A., LL.B., Ph.D.

KALIMAT-AL-SHUARA

BY

MUHAMMAD AFZAL SARKHUSH